رہے ہیں کیا ایک دوزخی سے تشبیہ نہیں دی؟ اِس عبارت سے واضح ہے کہ سیالوی صاحب کے نزدیک غوثِ پاکؒ کے بلند بانگ دعوے اُس دوزخی انسان جیسے ہیں' جو اللہ تعالیٰ کا اپنے آپ پر فضل دیکھتے ہوئے آپے سے باہر ہو کر کرنے لگتا ہے۔ یہ مثال لکھ کر سیالوی صاحب نے یہ تو ثابت کر دیا کہ وہ شیخ الحدیث ہیں اور اُن کی نظر سے یہ حدیث بھی گزری ہے' مگر اُنہیں یہ شرم نہیں آئی کہ وہ دلبرِ زہراؓ و علیؓ شیخ المشارق والمغارب اور عالمِ تصوّف کے بے تاج بادشاہ حضرت پیرانِ پیرؒ کو ایک فاسق دوزخی سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ کیا اُنہوں نے یہ دو چار لفظ اِسی لئے سیکھے تھے کہ وہ ایک دشمنِ پیرانِ پیرؒ کے بکواسات کو ثابت کرنے اور صرف اُس کور باطن انسان کی ہاں میں ہاں ملانے کی خاطر ایک مستند اور جگت شیخ کو دوزخی مردود انسان کے برابر ٹھہرائیں۔ اگر غوثِ پاکؒ ایک دوزخی جیسے ہو سکتے ہیں تو سیالوی صاحب فرمائیں کہ اُن کو ہم کس سے تشبیہ دیں۔ کیونکہ اُن کی طرح کے کسی دوزخی کا تذکرہ تلاشِ بسیار کے باوجود بھی ہمیں کسی مجموعۂ حدیث میں نہیں ملا معلوم ہوا کہ وہ خود دوزخی ہیں اور ایسے بے مثال دوزخی کہ اُن کی مثال کا دوزخی پورے دوزخ میں نہیں۔ اِس صریح گستاخی اور بکواس کے بعد کیا ہم اُنہیں جنّتِ اعلیٰ کے باشندوں جیسا سمجھیں؟ سیالوی صاحب کی اصلیّت اب ہمیں سمجھ آئی کہ وہ کیا چیز ہیں۔ پیرانِ پیرؒ کے نام پر ٹکڑا کھانے والے اگر پیرانِ پیرؒ ہی کو بھونکنے لگ جائیں تو پھر احمد رضا بریلویؒ نے درست ہی کہا تھا۔

ترا کھائیں تیرے غلاموں سے اُلجھیں
ہیں منکر عجب کھانے غُرّانے والے

یا پھر راقم الحروف کے بقول۔

شکل و صورت بھولی بھالی دیکھنے میں نیک ہیں
بھونکنے کا وقت آجائے تو سارے ایک ہیں

سیالوی صاحب کی تضادِ عملی

''فتوح الغیب'' کے متعلّق سیالوی صاحب نے اپنی کتاب ''ازالۃ الرّیب'' میں تحریر کیا کہ یہ خطبات حضرت پیرانِ پیرؒ نے خود قلم بند نہیں کیے' بلکہ اُن کے خدّام نے جمع کیے۔ لہٰذا آپ کے یہ خطبات مجموعۂ ملفوظات کی کتابوں کی طرح ایک کتاب ٹھہری جس طرح حدیث کی کتاب میں منقول روایت سے کسی نبی کی عظمت پر حرف آتا ہو تو اُس کو راوی کی غلط فہمی اور نا سمجھی پر محمول کرنا ہی لازم اور ضروری ہے' بعض مقالات ڈیڑھ دو سطر کے بھی ہیں تو ظاہر ہے کہ آپ نے مجلسِ وعظ میں صرف دو تین جملے بول کر وعظ ختم نہیں فرما دیا ہوگا' لہٰذا حضرتِ شیخ پر اس کلامِ باطل نظام واجب التاویل اوالمراد کی ذمہ داری عائد نہیں کی جا سکتی[1]۔

سیالوی صاحب کی محوّلہ عبارت نے واضح کر دیا کہ ''فتوح الغیب'' آپ کی ذاتی تصنیف نہیں' بلکہ جامعینِ خطبات کا عمل ہے' جس میں خطا و نسیان کا امکان بھی ہے۔ مگر سیالوی صاحب نے اپنی اس کتاب کے ص 32 پر حضرت پیرانِ پیرؒ کے اشعار کو کس حتمی سند اور یقین سے بطورِ استناد ذکر کر دیا' اگر ''فتوح الغیب'' کے خطبات میں کمی و بیشی اور غلط روایت کا امکان ہو سکتا ہے تو آپ کے بقول قصیدۂ غوثیہ کے مذکورہ اشعار میں

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ازالۃ الرّیب' ص 70' سنِ طباعت ستمبر 2002ء

غلط انتساب کا امکان بھی موجود ہونا چاہیئے۔تو پھر آپ نے مشکوک اشعار کو بطورِ سند کیوں پیش کیا؟ بصیر پوری کی کتاب پر آپ کی تقریظ نے یہ ثابت کیا کہ قصیدۂ غوثیہ کے اشعار میں جن دعووں کا ذکر اور اعلان کیا گیا وہ تواضع اور انکسار کے سراسر منافی ہیں اور اُس کتاب میں یہ نظریۂ باطل ثابت کرنے پر آپ نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا کہ یہ اشعار حضرت پیرانِ پیرؒ سے عالمِ سُکر (بے ہوشی) میں صادر ہوئے اور سُکر کی باتیں حجّت نہیں ہوتیں' لہٰذا اُن سے استنباطِ مسائل اور اثباتِ عقائد کرنا جہالت و بے خبری ہے (معاذ اللہ) لیکن ''ازالۃ الرّیب'' میں آپ نے اُنہی اشعار میں سے قضا و قدر میں تدبیر و تصرّف جیسے معرکۃ الآراء مسائل کو ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے' وہاں آپ نے اِنہی اشعار کی تردید میں بصیر پوری کی تائید کرتے ہوئے تقریظ لکھ دی اور ''ازالۃ الرّیب'' میں اُن ہی اشعار کو امورِ عالم میں اولیاء کی تدبیر و تصرّف کا نظریہ ثابت کرنے کے لئے بطورِ سند پیش کر دیا۔آپ شیخ الحدیث تو کہلاتے ہیں' مگر شاید آپ کے ہاں احادیث میں تطبیق پیش کرنے کا یہی طریقہ رائج ہو'یہ تو کھلی تضاد عملی اور تضاد بیانی ہے جو کسی محقق کی شان کے سراسر خلاف ہے' بقولِ حضرت میرزا عبدالقادر بیدلؔ ؎

چہ بود سر و برگِ غلط سَبَقاں درِ علم و عمل بہ فسانہ زدن
زغُرورِ دلائلِ بے خِردی ہمہ تیرِ خطا بہ نشانہ زدن

سیالوی صاحب کی میرے متعلّق ہرزہ سرائی

کسی نے مجھے بتایا کہ سیالوی صاحب نے اپنے کسی خطاب میں میرے متعلّق فرمایا کہ ایسا لگتا ہے کہ نصیرؔ گولڑوی صاحب حال ہی میں مُسلمان ہوئے ہیں' کیوں کہ اُن پر توحیدِ باری کا غلبہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہے' سیالوی صاحب کا میرے حق میں یہ فرمانا بالکل درست ہے۔چلیے وہ اِس بہانے میرے ایمان کے قائل تو ہو گئے اور یہ بھی تسلیم کر گئے کہ اِس سے پہلے کا میرا دَور، دَورِ کُفر تھا' کیوں کہ میں اُن کا ہم عقیدہ تھا۔اگر اُن کے نزدیک میں اب مسلمان ہو چکا ہوں تو اُن کو اپنے ہم خیالوں سمیت میری تقلید کرنا چاہیئے تا کہ وہ بھی مشرّف بہ اسلام ہو جائیں۔سیالوی صاحب اور اُن کے ہمنواؤں پر واضح کرتا چلوں کہ مجھ پر جو دورِ ابتلا گزر رہا ہے اور ایک شاہانہ ماحول میں رہتے ہوئے میرے ماحول نے مجھے جس بُرے سُلوک سے نوازا' سیالوی صاحب کو اُس کی ہوا تک نہیں لگی۔باقاعدہ میری مخالفت کی گئی اور مُجھ پر مخالفت کے ہزار ہا اوچھے وار کیے گئے۔میرے خلاف اشتہارات چھپوائے گئے' طرح طرح کی تہمتیں اور الزامات لگائے گئے۔لوگوں کا مجھ سے میل جول بند کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔مجھے ہر طرح کے ذہنی دباؤ کا شکار رکھا گیا۔مجھ پر دائرۂ حیات تنگ کیا گیا۔غیر تو غیر میرے اپنے مجھے چھوڑ گئے' ایسے حالات میں پوری توانائیوں اور ذہن کی پوری صلاحیتوں کے ساتھ اگر مجھے زندہ رکھا ہے تو میرے اُسی پروردگار نے رکھا ہوا ہے' جس کی توحید کے ذکر سے سیالوی صاحب اور میرے اہلِ خاندان کو چڑ ہے۔یہاں میں اپنی صرف دو رباعیاں نظرِ قارئین کرتا ہوں جو اُسی دورِ ابتلا میں کہیں تھیں۔ ویسے رنگِ نظام' جو میری پونے پانچ سو رُباعیات کا

مجموعہ ہے' میں ہر طرح کی رُباعیات دیکھی جاسکتی ہیں سرِ دست وہ رباعیاں ملاحظہ ہوں۔

زیرِ عنوان: احسانِ معیّت

مایوس ہوا تو دل بڑھایا تُو نے   ہر طرح کے خوف سے بچایا تُو نے
جب چھوڑ گئے اپنے پرائے مجھ کو   قربان ترے! ساتھ نبھایا تُو نے

زیرِ عنوان: بندہ نواز کون ہوا؟

مُجھ خستہ جگر کی آس وہ تھا کہ یہ تھے   دِل رویا تو غم شناس وہ تھا کہ یہ تھے
بندوں کو میں چارہ ساز کیوں کر مانوں   جب وقت پڑا تو پاس وہ تھا کہ یہ تھے

میں اُس ذات کا لاکھ لاکھ شکر کیوں ادا نہ کروں اور اُسکی برتری کے گُن کیوں کر نہ گاؤں جس کی بندہ نوازی کا یہ عالم کہ اِتنا بڑا اسیلابِ مخالفت آج تک میرا بال تک بیکا نہ کرسکا اور میرے دل کی ایک ایک دھڑکن اپنے اندر ایک کوہِ استقلال لیے ہوئے ہے۔ کیا ایسے حالات سے گزرنے والا معاذ اللہ آپ جیسوں کو پکارے اور آپ جیسوں کے سامنے اپنا کشکولِ حاجات بڑھائے؟ بقولِ امیر مینائیؒ ۔

کہاں فلاح کہ اب چاہتا ہے چرخِ دنی
درِ بخیل پہ حاتم اُمیدوار آئے

اگر آپ نے اب مجھے مسلمان تسلیم کر ہی لیا ہے تو آپ بھی خدارا میری طرح مسلمان ہوجایئے۔ اِس میں دین و دنیا کا فائدہ ہی ہوگا ع

ہم نے اک راہ بتا دی ہے اگر یاد رہے

میری توحید پرستی اور سیالوی صاحب کی برہمی

سیالوی صاحب نے اپنی متعدّد تقاریر میں میرے متعلّق مندرجہ ذیل ریمارکس دیئے ہیں ''شاہ نصیر الدّین گولڑوی آج کل نئی توحید اپنائے ہوئے ہیں اور وہ اُس نئی توحید کے پھیلانے میں مصروفِ عمل نظر آتے ہیں''۔

قارئینِ کرام! مسئلۂ توحید کوئی نیا نہیں بلکہ عقائدِ اسلامیہ میں اصلُ الاصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ تمام انبیاء و مُرسلین علیہم السّلام اِسی توحید کے منوانے کے لئے ہی تشریف لاتے رہے اور اُنہوں نے اپنی رسالت کا اعلان اِسی توحید کے حوالے سے کیا اپنی بعثت کا مقصد اِسی مسئلے کو قرار دیا' بلکہ اپنی ذات اور اپنے منصبِ نبوّت کا تعارف بھی توحید کے حوالے ہی سے کرایا۔ اِس بات پر تاریخِ اسلام' قرآن و سنّت اور کتبِ اسلاف صاف شہادت دے رہی ہیں' مگر سیالوی صاحب ہیں کہ ماننے پر آتے ہی نہیں اور انہیں توحید کے نام سے ایسی چڑ ہے کہ جہاں کسی نے توحید کے موضوع پر گفتگو کی حضرت نے آگ بگولا ہوکر فتویٰ داغ دیا کہ یہ وہابی ہوگیا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مسئلۂ توحید جہاں اصلُ الاصول ہے' وہاں سرُّ الاسرار بھی ہے اور ہر کس و ناکس کو اِس مسئلۂ اہم کے رموز سے آشنا نہیں کیا جاتا' بلکہ مُوہبِ حقیقی جس پر اپنا خصوصی فضل فرمانا چاہے' اُسے ہی یہ ذوق مرحمت فرماتا ہے۔

محبّت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا

چونکہ نامحرموں کو دستِ غیب خود ہی راز کی مجالس سے باہر رکھتا ہے' اِس لئے وہ انکار کے درپے رہتے ہیں۔ مگر طالبِ حق کو تسلیم کے بغیر چارہ نہیں۔ بقولِ بیدلؒ ۔

بے تمیزاں ہمہ جا قابلِ بیرونِ در اند
برکنار است زھنگامۂ اعضا ' ناخن[له]

(اِسی مضمونِ محوّلہ بالا کو مزید سمجھنے کے لئے دیکھئے ملفوظاتِ مہریہ' ص96' مطبوعہ گولڑہ شریف)

جہاں تک میری توحید پرستی یا بقولِ سیالوی صاحب توحید اپنانے کا تعلّق ہے تو یہ بات سمجھنے کے لئے پیرانِ پیرؒ کی تعلیمات کا مطالعہ ضروری ہے کہ آپؒ نے پوری زندگی کس ولولے' جذبے اور استقامت واخلاص سے مسئلۂ توحید کے تمام پہلوؤں پر خود بھی مداومت کی اور اپنے متعلّقین ومتوسّلین کو بھی اِسی پر کاربند رہنے کی کیسی تلقین فرمائی۔ حتّٰی کہ وصالِ پُرملال سے کچھ پہلے جب آپ کے صاحبزادے سیّد عبدالوہّاب گیلانیؒ نے آپؒ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے کوئی وصیّت فرمایئے تو آپ نے یہی مسئلہ تلقین فرمایا' گویا اپنے اِس حقیقی فرزند' جانشین اور وارثِ برحق کو حیاتِ ظاہری کے عین آخری لمحات میں بھی یہی مسئلہ تعلیم وتلقین فرما کر آپؒ نے اہلِ اسلام کو یہ باور کرا دیا کہ یہی مسئلہ

له : شعر کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ اچھے بُرے کی تمیز نہ رکھنے کے سبب بے حسی کا شکار ہوتے ہیں' اُن کو دروازے سے باہر ہی جگہ دی جاتی ہے' جس طرح انسانی جسم کے اعضاء کی اِن تمام تر ہنگامہ آرائیوں میں ناخنوں کو حدودِ جسم سے باہر رکھ دیا گیا ہے (منہ)

ہے' جس کے لئے انبیائے کرام مبعوث ہوتے رہے اور بقولِ راقم الحروف ۔

اصنام پرستی کو مٹانے کے لئے
انسان کو انسان بنانے کے لئے
آئے ہیں جہاں میں انبیاء اور رسول
توحید کا راستا دکھانے کے لیے

چنانچہ اِسی مسئلہ کی تبلیغ وتفہیم ہی علماء ومشائخِ اُمّتِ محمّدیہ علیٰ صاحبھا التّحیة والثّناء کا اصل فریضۂ منصبی ہے۔ کیونکہ اِسی اہم مشن کی تکمیل کے لیے ہی اُنہیں انبیائے کرام کا وارث قرار دیا گیا ہے۔ بقولِ راقم ۔

جس عہد میں اولیا جہاں بھی آئے
دینی تبلیغ سے مراتب پائے
طرزِ خدمت میں تھے رَسُولی تیور
سجّادہ نشینِ انبیا کہلائے

قارئینِ کرام! اب فتوح الغیب کے تکملہ کی یہ عبارت غور سے مطالعہ فرمائیں۔

تکملة فی ذکرِ و فاتهٖ رضی اللّٰه عنه لَمّا مرض مرضهُ الّذی مات فیه قال لهٗ ابنهٗ عبدالوّهاب أوصِنِی بما اَعمَلُ بهٖ بعدَ كَ فقالَ علیك بتقوی اللّٰه وَلَا تخف أحدًا سِوَی اللّٰه وَلَا تَرجُ اَحدًا سِوَی اللّٰهِ

وَكُلِ الحَوائِجَ الى اللّه وَلَا تعتمد اِلَّا اِلَيهِ واطلُبهَا جميعاً مِنهُ وَلَا تَثِق بِاَحدٍ غَيرِ اللّهِ اَلتَوحيدَ اَلتوحيدَ اجماعُ الكُلِّ[1] :

ترجمہ: تکملۂ کتاب حضرت پیرانِ پیرؒ کی وفات کے ذکر میں' جب آپ اُس مرض سے بیمار ہوئے' جس میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے فرزند عبدالوہابؒ نے عرض کی حضور! مجھے کوئی ایسی وصیّت فرمایئے کہ میں آپ کے بعد اُس پر کاربند رہ سکوں' آپ نے ارشاد فرمایا: تجھ پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے پرہیزگاری اختیار کرے' اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے' اللہ کے سوا کسی سے کوئی اُمّید وابستہ نہ رکھے' اپنی تمام حاجات اللہ کے سُپرد کر ڈالے' بھروسہ صرف اور صرف اُسی ذات پر رکھے اور جو کچھ مانگنا ہو' اُسی معطیِ حقیقی سے مانگے' اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر مستقل اعتماد نہ کرے' بس توحید کو لازم پکڑ! ہر حال میں توحید کو لازم پکڑ! کیونکہ اِسی مسئلہ اور اِسی حقیقۃُ الحقائق پر سب کا اِجماع ہے۔

قارئینِ گرامی! حضرت پیرانِ پیرؒ کے اِن محوّلہ بالا ارشاداتِ گرامی سے آپ مسئلۂ توحید کی اہمیّت و افادیّت کا اندازہ تو کر ہی چکے ہوں گے' اب لگے ہاتھوں شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ کی شرح سے ایک اقتباس بھی مطالعہ فرمالیجئے کہ وہ پیرانِ پیرؒ کے عندالوصال کلمات: التّوحیدَ! التّوحیدَ! اجماعُ الکُلِّ کے بارے کیا فرماتے ہیں' ملاحظہ کیجئے:

---

[1]: ملاحظہ ہو: فتوح الغیب ' ص310,309 ' مطبوعہ لاہور

''لازم گیر توحید را کہ اتّفاقِ ہمہ است و ذوالنّون مصری رضی اللہ عنہ گفت توحید آں بود کہ بدانی کہ قدرتِ اللہ تعالیٰ در اشیاء بے شرکت و مزاج است وصُنعِ اُو مر اشیاء را بے علّت وعلاج' وعلّتِ ہر چیزی صُنعِ اُوست وصُنعِ اُو را ہیچ علّت نہ' و در آسمان ہا و زمین ہا مُدبّرے وخالقے غیرِ اُونے الخ''

یعنی توحید پر مداومت و ملازمت نہایت اہم ہے کہ اِسی پر سب کا اجماع ہے حضرت ذوالنّون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قُدرت وکارہ گری کو کائنات کی ہر چیز میں بغیر شرکت وعلّت کے تسلیم کرے اور یقینِ واثق رکھے کہ زمین وآسمان کا نہ اور کوئی خالق ہے اور نہ ہی کوئی مدبّر ہے۔

اب سیالوی صاحب مجھ پر برسنے کے بجائے حضرت پیرانِ پیرؒ اور شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ کے متعلّق اظہارِ خیال فرمائیں کہ اُنہوں نے اِس پوری کائنات کا مدبّر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور ہستی کو بھی کیوں قرار نہیں دیا' جبکہ سیالوی صاحب قبلہ کے نزدیک اُمورِ کائنات میں تدبیر وتصرّف کے حوالے سے دوسری برگزیدہ ہستیاں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابر کی شریک ہیں (معاذاللہ)۔

من آنچہ شرطِ بلاغ است باتُو می گویم
تُو خواہ از سُخنم پند گیر' خواہ ملال

سیالوی صاحب کا مجھ پر بدعقیدہ ہونے کا الزام

سیالوی صاحب نے مجھے بدعقیدہ ثابت کرنے کی خاطر ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہوئے اہلِ سُنّت پر واضح کرنا چاہا کہ میں نے دیوبندی مسلک اپنا لیا ہے اور میں اپنے اسلاف کے طرزِ فکر سے منحرف ہو گیا ہوں۔ یہ تو آنکھوں میں دھول جھونکنے والی بات ہے۔ اُنہیں ایسا لکھنے سے قبل صرف اتنا سوچ لینا چاہیئے تھا کہ کیا یہ بات تسلیم کرنے پر اُن کا دل گواہی دیتا ہے؟ اسماعیل دہلوی سے نصیر گولڑوی کی سبقت کا عنوان باندھنا تو آسان کام ہے، مگر اُسے ثابت کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ اِس لئے کہ اسماعیل دہلوی نے نہ تو حضور علیہ السّلام کی نعت میں کوئی شعر کہا اور نہ اولیائے امّت کے لئے کوئی شعر لکھا۔ اسماعیل دہلوی نے کسی پیرِ خانقاہ کی چادر نہیں کہی۔ بحمد اللہ نعت میں میرا پورا دیوان موجود ہے اور مناقب میں بھی ایک مکمّل مجموعہ بطورِ ثبوت موجود ہے، کیا نعت میں درجِ ذیل شعر کی طرح سیالوی صاحب اسماعیل دہلوی کا کوئی شعر پیش کر سکتے ہیں۔

نصیرؔ! کہتی ہے یہ آیۂ وَ عَلَّمَكَ
وہ ہیں علیم و خبیر اُن کو کیا نہیں معلوم

اِس طرح کے میرے سینکڑوں اشعار ہیں، جو نعت اور مناقب سے بطورِ ثبوت پیش کر سکتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ میرے اور اسماعیل دہلوی کے عقائد میں بُعدُ المشرقین ہے۔ یہ سیالوی صاحب کی محض مجھ پر خصوصی عنایت ہے یا پھر وہ میرے چند کرم فرماؤں کے

آلۂ کار بن کر یہ سب کچھ لکھ گئے۔ ورنہ وہ مجھے اور میرے عقائد کو اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں اور شاید اُنہوں نے نسبت سے متعلق میرا درجِ ذیل شعر نہ سُنا ہو۔

اُسے جانتی ہے دُنیا، اُسے مانتا ہے عالم
جو نصیرؔ کو ہے نسبت ترے سنگِ آستاں سے

ایسا شعر کہنے کی کسی وہابی مولوی سے بالخصوص اور کسی سُنّی سے بالعموم توقع نہیں کی جا سکتی بلکہ ع

یہ اُس کی دین ہے جسے پروردگار دے

پیرانِ پیرؒ کو تو وہ کچھ نہ کہہ سکے اور نہ اُن پر کوئی فتویٰ داغ سکے، یہ شاید اُن کی مجبوری تھی۔ مگر میری تحریر پر وہ آناً فاناً سیخ پا ہو گئے، مصلوب آدمی کی مثال میں نے نہیں، بلکہ حضرت پیرانِ پیرؒ نے دی ہے، اگر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اِس مثال کو عموم پر چھوڑ کر بات کی تو میں اُن کے اِس عموم میں تخصیص کیسے پیدا کرتا۔ کیا حضرت شیخ نے کسی نبی یا ولی کا نام لکھ کر مثال سمجھائی اور کیا میں نے بھی کسی نبی یا ولی کا نام لکھ کر یہ کہا کہ یہ لوگ بھی مصلوب شخص کی طرح ہیں۔ اللہ سے ڈریں۔ ایسا میں نے کب اور کہاں کہا ہے ذرا سی بات پر آخر اِس قدر حاشیہ آرائی کیوں۔ بقولِ راقم الحروف۔

مرے حرفِ تمنّا پر چڑھائے حاشیے کیا کیا
ذرا سی بات تھی، تم نے بنا کر داستاں رکھ دی

سیالوی صاحب کا اعتراض اور میرا مسلک

ازالۃ الرّیب کے صفحہ 16،15 پر سیالوی صاحب نے میرے متعلّق یہ شفقت آمیز اقتباس تحریر فرمایا ''اِس امر کے اقرار و اعتراف کے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ جناب شاہ نصیر الدّین صاحب نصیرؔ اسلاف کی راہ وروش اور عقیدہ ونظریہ اور تعلیم وتربیت سے ہٹ گئے ہیں اور راہِ استقامت ترک کر چکے ہیں اور ایسے بھنور اور گرداب میں پھنس گئے ہیں جس سے نکلنے کی کوئی تدبیر اُنہیں سوجھتی ہی نہیں۔ اِن کے عوامی خطابات سن کر اور متاثّر ہوکر جب شاہ اسماعیل دہلوی کے مقلّد اور متّبع اُنہیں اپنا سمجھ کر قریب ہوتے ہیں اور اُنہیں اپنا مقرّب بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو اُنہیں بھی مطمئن نہیں کر سکتے اور نہ کھل کر اُن کا ساتھ دے سکتے ہیں اور نہ ہی اہلِ سنّت کے علمائے اسلام کے اعتماد واعتبار کو بحال کر سکتے ہیں اور نہ اِن اکابر کی راہ وروش پر کاربند ہوتے نظر آتے ہیں، آپ کی نظمیں، غزلیں، قصائد وغیرہ میں جن عقائد ونظریات کا بیان ہوتا ہے نثر اور تقریر میں اُن کی تردید ہوتی ہیں اور اِتنی شدید تنقید کہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خارجی اہل السنّت اکابرین کی نظریاتی بنیادوں کو اکھیڑنے کی مقدور بھر سعیِ نا مشکور کر رہا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدّس سرّہ کے عظیم خانوادہ کی تعلیمات کے برعکس اِس خانوادے کے ہی فرزند شاہ اسماعیل کو نئی توحید کا پرچم بلند کرنے کی سوجھی اُس نے توبرِّصغیر میں اہلِ اسلام کو کئی طبقات میں تقسیم کر ڈالا اور مقبولانِ خداوند تعالیٰ کے حق میں بیباکی وگستاخی اور جرأت وجسارت اور توہین وتحقیر کا دروازہ کھول دیا اور اِس کو اصلی توحید کا لازمی ثمرہ اور نتیجہ بنا دیا اِس طرح حضور سیدنا غوث اعظمؓ اور اُن کے برحق وارث اعلیٰ حضرت گولڑویؒ کے مقدّس خانوادہ

کے چشم وچراغ نے بھی انبیاء ورُسل اور اولیاء واصفیاء کی جناب میں جسارت وجرأت اور گستاخی وبیباکی کو اور توہین انگیز وحقارت آمیز الفاظ کے استعمال کو توحیدِ خالص کے بیان کے لئے بنیادی شرط بنا ڈالا ہے اور سیّدنا غوثِ اعظمؓ کے ارشادات اور آپ کے اپنے متعلّق اعلانات کو بھی نظرانداز کر رکھا ہے اور اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز کی تعلیمات اور ارشادات کو بھی مذاق بنا ڈالا ہے۔

نہ اِن حضرات کے عقائد ونظریات سے براءت کا اظہار کر کے خوارج کو مطمئن کر سکتے ہیں اور نہ اُن کے اعتراف واقرار کے ذریعے اہلِ سنّت کو بالعموم اور اکابرین ملّت کو بالخصوص مطمئن کر سکتے ہیں بلکہ مذبذبین بین ذالك لا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء کا نمونہ بنے ہوئے ہیں، آپ خود پریشان اور حیران وسرگرداں ہیں اور دوسروں کو بھی اپنے رنگ میں رنگنے کی سعیِ نامسعود اور جہدِ نامشکور کے درپے ہیں۔ اعاذنا اللہ من ذالك[1]۔

جوابِ آں غزل: سیالوی صاحب کے اِس طویل اقتباس کو اِس غرض سے نقل کر دیا، تاکہ آپ اُن کے قلبی اضطراب اور اندرونی خلفشار سے مکمّل آگاہ ہوسکیں۔ میرے خیال کے مطابق سیالوی صاحب میرے مسلک ونظریات کی وضاحت چاہتے ہیں تاکہ (بقولِ سیالوی صاحب) اہلِ سنّت کو نقصان سے بچایا جا سکے، لہٰذا میرے مسلک ومذہب اور افکار ونظریات کے متعلّق میری وضاحت ملاحظہ فرمایئے۔ یہ الگ بات ہے کہ خود سیالوی صاحب نے اِسی اقتباس میں علمی، ادبی اور اعتقادی طور پر کتنی

[1]: ازالۃ الرّیب، ص 16،15

فاش اغلاط کا ارتکاب فرمایا ہے‘ ہم اُن کی نشاندہی اُس مسالا میں کریں گے‘ جو جوابُ الجواب کے لئے الگ تیار پڑا ہے۔

ہے منزلِ محبت کی آگے سے آگے
نہ تیرا ٹھکانہ ‘ نہ میرا ٹھکانہ

بحمد اللہ تعالیٰ میں سنّی حنفی مُسلمان ہُوں اور ایک سنّی حنفی مسلمان کے جو عقائد ہونے چاہئیں‘ میرے بھی وہی ہیں۔ مشرباً میں قادری چشتی نظامی ہوں‘ مختلف مسالک کے بارے میرا نقطۂ نظر درج ذیل ہے۔

مسلکِ وہابیہ: اِس مسلک میں بزرگانِ دین اور مقبولانِ خُدا کے بارے جو تشدّد پایا جاتا ہے اور حضور ختمی مرتبت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شانِ اقدس میں جو گستاخانہ اُسلوب اپنایا جاتا ہے‘ جیسا کہ کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان وغیرہ سے واضح ہے‘ میں اُس سے قطعاً اتفاق نہیں کرسکتا‘ بلکہ گستاخِ رسُول کو کافر و بے دین سمجھتا ہوں‘ جو اُنہیں مر کر مٹی میں مل جانے والا، اصنام کی طرح جامد و ساکت اور اُن کے تصوّر و خیالِ مبارک کو گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر سمجھتے ہیں‘ میں اُنہیں اولٰئِك كالانعام بَل هم اضل کے قرآنی لقب کا صحیح حقدار سمجھتا ہوں‘ حضورؐ کی ذات کے توسّل و تشفّع اور عند اللہ آپ کے مقام و مرتبہ کو بجان و دِل تسلیم کرتا ہوں اُنہیں شفیع مأذون مانتا ہوں‘ نہ کہ شفیعِ غالب و جابر۔ سب مقبولان و محبوبانِ بارگاہِ خُدا اپنی مقبولیّت اور تقرّب کے باوجود اُس کے دروازے کے محتاج اور ساری مخلوق سے زیادہ اُس بے نیاز سے ڈرنے والے

ہیں اور عقیدۂ توحید و ایمان باللہ کے جس مرتبۂ عالی پر وہ لوگ فائز ہیں‘ وہاں عام مخلوق کی رسائی نہیں ہے‘ وہ لوگ ایمانِ شہودی کے حامل ہوتے ہیں۔ سب مقبولانِ خُدا ساری عُمر اللہ کے دروازے پر سائل بن کر حاضر ہوتے رہے اور اپنے پاس آنے والوں کو بھی اُسی لطیف و کریم کے دروازۂ لُطف و کرم پر حاضر ہونے کی تلقین فرماتے رہے۔ جو لوگ اِن محسنینِ اسلام و مُسلمین بزرگانِ دین کی گستاخی و بے ادبی کے مرتکب ہوتے ہیں‘ وہ کبھی حلاوتِ ایمان سے بہرہ مند نہیں ہوسکتے‘ وہابیوں کی جن کُتب و تقاریر میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں‘ میں اُنہیں نہ تو قابلِ التفات سمجھتا ہوں اور نہ ہی قابلِ اشاعت‘ بلکہ بقولِ اکبر الٰہ آبادیؒ ع

ہم ایسی کُل کتابیں قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں

البتّہ وہابی مسلک کے لوگ مسئلہ توحید کی ترویج و اشاعت میں جو کوشش کرتے ہیں اور شرک و بدعت کے خلاف جس ظاہری خلوص سے مصروفِ جہاد نظر آتے ہیں‘ اگر اُس میں عُنصرِ گستاخی شامل نہ ہو تو یہ خوش آئند بات ہے اور میں صرف اِنہی دو تین پہلوؤں سے مطمئن ہوں کہ چلو کچھ لوگ ہی اگر ایسے حسّاس موضوعات کی طرف بطورِ خاص توجّہ دیتے ہیں تو یہ سنّتِ ابراہیمی کا احیاء ہے‘ جو بلاشبہ اسلام کی ناقابلِ فراموش خدمات میں سرِفہرست خدمت کا درجہ رکھتا ہے‘ کیونکہ بقولِ علاّمہ سیمابؔ ۔

تمہید خرابی کی تکمیلِ خرابی ہے
اک بُت کا بنانا ہے بُت خانہ بنا دینا

خواجہ غلام فریدؒ کا ایک ملفوظ

یہاں ہم مقابیس المجالس کے حوالے سے سرائیکی زبان کے جامیؒ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ چاچڑاں شریف کا ایک ملفوظ نقل کرتے ہیں۔

وہّابی اور شیعہ مذہب: حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا شیعہ وہابیوں سے بدتر ہیں' کیونکہ وہابی لوگ صحابۂ کرام کو برا نہیں کہتے' بلکہ تعظیم کرتے ہیں' لیکن شیعہ لوگ صحابۂ کرام کو دشنام دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بے شک اِسی طرح ہے وہابی نہ صحابۂ کرام کو برا کہتے ہیں' نہ ولایت سے انکار کرتے ہیں اِس کے برعکس شیعہ لوگ ولایت کے بھی منکر ہیں' اس کے بعد فرمایا کہ توحید کے بارے میں وہابیوں کے عقائد صوفیائے کرام سے ملتے جلتے ہیں' وہابی کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا شرک ہے' بیشک غیر خدا سے امداد مانگنا شرک ہے' توحید یہ ہے کہ خاص حق تعالیٰ سے مدد طلب کرے' چنانچہ اِیَّاکَ نَعبُدُ وَاِیَّاکَ نَستَعِینُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد مانگتے ہیں) کا مطلب یہی ہے[1]۔

قارئینِ کرام! کیا مسئلہ توحید کے بارے حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرّحمہ وہابیوں کو اچھا کہہ کر خود وہابی بن گئے؟ ایسا ہرگز نہیں' انسان کو قدرے وسیع الظّرف بھی ہونا چاہیئے' جو صوفیائے کرام کا امتیازی وصف ہے۔ اور وہ شعرِ ذیل میں بیان کردہ وسعت کے حامل تھے۔

صحبتِ اہلِ حرم ورزیدن' امّا گاہ گاہ
با وسیعُ المشربی چشمے برنداں داشتن

---

[1] ملاحظہ ہو: مقابیس المجالس' مقبوس نمبر 85' ص نمبر 797,796' مترجم کپتان واحد بخش سیال چشتی

حضرت خواجہ معین الدّین اجمیری قدس سرّہٗ العزیز سے لے کر حضرت گولڑوی علیہ الرّحمۃ تک تمام طبقۂ صُوفیاء نے اِسی وُسعتِ ظرفی اور فراخ دِلی کے باعث ہی اسلام کی تبلیغ موثّر انداز میں فرمائی اور اُنہیں اِس میں خاطر خواہ کامیابی بھی ہوئی' میرے جدِّ امجد اور پیرِ طریقت حضرت بابو جی علیہ الرّحمۃ نے سکھوں اور ہندوؤں کی دعوتیں قبول فرمائیں' اُن کے ساتھ بیٹھے' بلکہ امرتسر وغیرہ میں سکھوں کے ہاں مجالسِ قوّالی بھی منعقد ہوئیں' جس میں آپ نے شمولیت فرمائی آپ کے مرحوم قوّال محبوب علی نے ایسی مجالس میں توحید و رسالت کے متعلّق ایسے موثّر راگوں اور لَے میں صوفیاء کا کلام گایا کہ ہندوؤں اور سکھوں پر بھی عالمِ وجد طاری ہوگیا اور وہ یک زبان ہو کر لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرنے لگے جب کہ آج کے اکثر بے تاثیر مواعظ میں کچھ باذوق سامعین بیٹھنا بھی بمشکل گوارا کرتے ہیں بقولِ اکبر الہ آبادی۔

یہ لیڈر گا رہا ہے قوم کے گیت
مگر آواز بالکل بے سُری ہے

لہٰذا میں محض کسی مولوی کے خاندان کا فرد نہیں ہوں' بلکہ میرے جدِّ اعلیٰ بہ یک وقت علّامۂ زماں اور اپنے عہد کے عظیم صوفی بھی تھے' لہٰذا میں صوفیاء کے گھر پیدا ہوا اور میری رگ و پے میں صُوفیاء کا خُون گردش کر رہا ہے' جو عقائد اکابر صوفیائے کرام حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ، خواجہ اجمیریؒ، پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور دوسرے مستند اور باصفا حضرات کے تھے' میرے وہی عقائد ہیں۔ ہمارے پاس ہر مکتبِ فکر اور ہر شعبۂ زندگی کے ساتھ تعلّق رکھنے والے لوگ ہندو، سکھ، وہابی، سُنّی، شیعہ، چور، ڈاکو، سیاسی

اور مذہبی رہنما' غرض ہمہ قسمی مخلوقِ خدا آتی ہے اور ہم سب سے ملتے بھی ہیں اور سب کے ساتھ با اخلاق سلوک بھی کرتے ہیں' بلکہ مختلف مسالک کے لوگ مُجھے اپنے ہاں بُلاتے ہیں' اور میں بھی کبھی کبھی اُن کی مجالس میں جاتا ہوں۔ شیعہ لوگ مجھے بڑے شوق سے مدعو کرتے ہیں' میں امامِ عالی مقامؓ کا مرثیہ پڑھتا ہوں' شانِ اہلِ بیتؓ بیان کرنا میرے ایمان اور رُوح کی خوراک ہے' البتہ سبِّ صحابہؓ اور گستاخیِ صحابہؓ کو میں بے دینی و اِلحاد جانتا ہوں' میری موجودگی میں کوئی کٹّر سے کٹّر شیعہ بھی ایسی گستاخی کی جرأت نہیں کر سکتا اور اگر کوئی ایسا کرے بھی تو میں اپنی باری پر اپنے خطاب میں اُس کا جواب دے دیتا ہوں۔ چنانچہ میں محافلِ شیعہ میں بھی صحابۂ کرام اور ازواجِ مطہّرات کا مؤثّر و مدلّل ذکر کیے بغیر نہیں رہتا' اِسی طرح اگر مجھے وہابی حتّٰی کہ مولوی غلام اللہ خان کے پیرو بھی اپنی مسجد میں بلائیں گے تو میں ضرور جاؤں گا اور وہاں عشقِ مصطفٰی اور تعلیمات و مقاماتِ اولیاء اور آپؐ کی نسبت کی بات برمَلا کروں گا' ساتھ ساتھ اُن کی مبنی بر اصلاح توحیدی کاوشوں کو بھی سراہوں گا اور اُنہیں گستاخیِ رسولؐ و بے ادبیِ مقبولانِ خُدا کے نتائج و عواقب سے بھی ڈراؤں گا' بفضلہٖ تعالیٰ مجھ میں یہ جرأت ہے کیوں کہ ؎

نا مکمّل ہو نہیں سکتا مرا ذوقِ تپش
سوز بن کر مدّتوں بیٹھا ہوں پروانوں کے پاس

جبکہ سیالوی صاحب ایک مخصوص کنوئیں کے مینڈک کی طرح صرف' ایک مخصوص سٹیج پر بولنے کے پابند ہیں' نہ تو اُنہیں کسی اور مسلک کے سلیم الطبع لوگ اپنے ہاں بلانے کی زحمت گوارا کرتے ہیں اور نہ اُنہیں میری طرح احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے

ایسے مواقع نصیب ہوتے ہیں' کہ موصوف ع

احمدؐ و بُو جہل در بُت خانہ رفت

پر نظر رکھتے ہوئے محافلِ اغیار میں حق بات کہنے کی ایسی خدمتِ تلخ سرانجام دے سکیں۔ یہ عجیب منطق ہے' جو سیالوی صاحب پیش فرماتے ہیں' کہ اگر میرے توحید بولنے پر وہابی خوش ہو جائیں تو میں وہابی' اگر عظمت و شانِ صحابہؓ کے بیان پر دیوبندی خوش ہوں تو میں دیوبندی اور اگر عظمتِ امام حسینؓ اور شہادتِ امامِ عالی مقامؓ بیان کرنے پر شیعہ خوش ہو جائیں تو میں شیعہ ٹھہرا۔ یہ تو مذہب نہ ہوا مذاق ہوا اور میں روز روز اِن تکفیری فتووں کے آڑھتی ملّاؤں کی تسلّیاں کراتا پھروں' آخر کیوں؟ میں اب جس مسلک پر ہوں کیا سیالوی صاحب اور اِن جیسے تنگ ظرف مولویوں کی وجہ سے ہوں؟ کیا میں نے خود نہیں پڑھا، میں نے دین کو نہیں سمجھا اور کیا میرے پاس عقل نہیں ہے؟ میں اعلانیہ کہتا ہوں کہ میں نے جو مسلک اپنایا ہوا ہے' وہ سوچ سمجھ کر دلائل و براھین کی بنیاد پر اپنایا ہے نہ کسی کے ڈر سے اپنایا ہے اور نہ محض سُنی سنائی باتوں کی وجہ سے۔ اگر میں جزوی طور پر کسی مسلک والوں کی کسی اچھّی بات پر اُنہیں اچھا کہہ سکتا ہوں تو مجھے اُن کا مسلک مکمّل طور پر اپنا لینے میں نہ کوئی جھجک ہے اور نہ کوئی رکاوٹ ہے اللہ کے فضل و کرم سے مجھ میں یہ حوصلہ اور جرأت ہے کہ میں جس مسلک کو سچّا سمجھوں اُس پر اعلانیہ کاربند ہو جاؤں' نہ مجھے الزام تراشی کا خوف ہے اور نہ میں روٹی بند ہو جانے سے ڈرتا ہوں' میں عزّت و ذلّت، موت و حیات اور روزی کا مالک صِرف اللہ تعالیٰ کو سمجھتا ہوں۔ میری سمجھ اور تحقیق کے مطابق یہی راستہ سچّا ہے جس پر میں آج چل رہا ہوں۔ بقولِ بیدلؔ ؎

مستیِ حُسن و جنونِ عشق از جامِ من است
در گلستاں رنگم و در عندلیباں نالہ ام

کسی مسلک یا شخصیّت کے ساتھ علمی وتحقیقی اختلاف ہونے کے باوجود اُنہیں اچھے الفاظ کے ساتھ یاد کرنا میرے اکابر کی سنّت اور میرے مشائخ کا معمول ہے، چنانچہ امام ابنِ تیمیہ وغیرہ کے ساتھ اختلاف کے باوجود بھی میرے جدِّ اعلیٰ حضرت گولڑوی علیہ الرّحمۃ نے اُن کے لئے دُعائیہ الفاظ غفراللہ لہٗ اور اُن کے نام کے ساتھ شیخ کا لفظ تحریر فرمایا[1]۔

اور آپؒ کے اِسی مسلکِ اعتدال پر گفتگو کرتے ہوئے مولٰنا مفتی فیض احمد صاحب سلمہٗ ربہٗ حاشیۂ تصفیہ میں لکھتے ہیں۔ ''حضرتِ مؤلّف کا بعض مسائل میں شیخ ابنِ تیمیہ غفر اللہ لہٗ سے اختلاف کے باوجود اُن کے لئے دعائے مغفرت فرمانا کمالِ انصاف اور اسلامی اخلاق کی نشانی ہے کہ مخالف کی غلط بات کو غلط کہتے ہوئے اُس کی صحیح بات کو صحیح سمجھا اور یہی چیز اولیائے کرام کو علمائے ظاہر سے ممتاز کرتی ہے[2] (فیض)

اِسی طرح مولٰنا فیض احمد صاحب مدّ ظلّہ مہرِ مُنیر میں حضرت گولڑویؒ کے مجدّدانہ کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں ''ابنِ تیمیّہ اور اُن کے شاگرد ابنِ قیمؒ کے متعلّق فرماتے تھے کہ اُن کے متبحّر عالم اور خادمِ اسلام ہونے میں کلام نہیں' مگر بعض اجماعی مسائل میں رعایتِ توحید کے زعم میں تشدّد اختیار کر گئے ہیں اور حضرات اہل اللہ خصوصاً حضرت شیخ اکبر قدس سرّہٗ کے مسلکِ توحیدِ وجودی کو غلط طور پر پیش کر کے ایک بُری مثال قائم کی ہے' گویا اگر ہزار میں سے ایک پہلو بھی موافق موجود ہوتا تو مخالف کی نیّت پر شُبہ کرنے سے منع فرماتے[3]۔''

---

[1]: دیکھئے: تصفیہ مابینِ سُنّی وشیعہ' ص63' مطبوعہ گولڑہ شریف

[2]: حاشیہ تصفیہ' مابین سُنّی وشیعہ' ص63' مطبوعہ گولڑہ شریف سنِ طباعت 1979ء

[3]: ملاحظہ ہو' مہرِ مُنیر ' ص142' مطبوعہ گولڑہ شریف سنِ طباعت 1997ء

بزرگانِ دین کا احترام اور اُن کے توسّل وفیض کو میں دِل کی گہرائیوں سے مانتا ہوں' لیکن ہمارے بریلوی کہلانے والے واعظین وخطباء جس طرح غیر مشروط استعانت واستمداد پر زور دیتے ہیں' اِس کا قائل نہیں اور نہ ہی میرا ذوقِ توحید اسے قبول کرتا ہے میں نے اِس مسئلہ کی کافی وضاحت اپنی کتاب ''استعانت کی شرعی حیثیت'' میں کر دی ہے جسے وہاں تسلّی سے دیکھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ مقبولانِ خدا سے استعانت کرنا اور اللہ سے مدد نہ چاہنا بہت بُرا عمل ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ سے استعانت کرنے اور بزرگانِ دین سے مدد نہ مانگنے کو کوئی شخص بُرا نہیں کہہ سکتا۔ میں بزرگانِ دین کے ہاتھ سے صادر ہونے والے واقعاتِ افاضہ کو بھی اُسی ذاتِ غیاثُ المستغیثین کا کرم سمجھتا ہوں' یہی صُوفیاء کی تلقین ہے جیسا کہ میرے جدِّ اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ فرماتے ہیں آپ کا ملفوظ ملاحظہ ہو۔

ملفوظ نمبر 168: ایک شخص نے مجلس میں عرض کیا کہ کہتے ہیں جناب غوث الاعظمؓ نے ایک مرتبہ ایک مردِ خُدا کو جو اتّفاق سے گمراہی کے بھنور میں پھنس گیا تھا، نجات دلا کر انجامِ بد سے بچا لیا تھا۔ فرمایا ''لوگ تو اِس واقعہ کو اِسی طرح بیان کریں گے جیسے تم نے کیا ہے' لیکن میرے نزدیک یہ واقعہ اس طرح سے ہے کہ جب خداوندِ کریم سُبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے علمِ قدیم میں چاہا کہ جناب غوث الاعظمؓ کے وسیلہ سے اُس ولی کو رہائی بخشے تو اُس نے حضورؓ کا قلبِ پاک اُس کی طرف متوجّہ کر دیا' تاکہ وہ اُس کی نجات کا وسیلہ ہو' یہ امر لاریب ہے کہ مقبولانِ خُدا کے متعلّقین اگر مقصودِ اصلی (عرفان) کو نہ بھی پہنچ سکیں پھر بھی حوادثِ دارین سے امان میں رہتے ہیں۔ بارش وژالہ باری کے وقت درخت کے نیچے پناہ پکڑنے والا شخص، کھلے جنگل میں بغیر اوٹ والے سے بصد امن ہوتا ہے۔''

مترجم کہتا ہے کس قدر فرقِ مراتب کی رعایت ہے' سبب اور مسبّب کو اپنی اپنی جگہ پر رکھنا اور ہر امر میں توحید کی نگہداشت کرنا کاملین اربابِ ارشاد کا شیوہ ہے حضرت شیخ اکبرؒ فتوحات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مقبولانِ خُدا کو رحمت وعنایتِ الٰہی کے ابواب سمجھنا چاہیئے اور اِنہی دروازوں سے اُس فیضان کا طالب ہونا چاہیئے' لیکن جو شخص ابواب ہی کو منزلِ مقصود سمجھ لے یا دروازے کے بغیر مطلب کی تلاش کرے' وُہ خائب وخاسر ہوتا ہے[1]۔

بریلوی اور دیوبندی: اِس معاملے میں اپنا مسلک وموقف واضح کرنے سے پہلے میں اپنے جدِّ اعلیٰ حضرت گولڑوی علیہ الرّحمۃ کا موقف بحوالہ مہرِ مُنیر پیش کرنا ضروری سمجھتا ہُوں۔ استاذیم مولٰنا فیض احمد مؤلّفِ مہرِ مُنیر لکھتے ہیں "دیوبندی' بریلوی اور دیگر اسلامی مکاتیبِ فکر کے اختلافی مسائل پر آپ اپنا مسلک تحریر وتقریر اور تالیفات کے ذریعے برابر واضح فرماتے رہے' اگرچہ فروعی مسائل میں اختلاف کی بناء پر ان کی باہمی کشمکش آپ کو ناپسند رہی۔ تاہم فریقین کی حق بات کو ہمیشہ سراہا[2]۔"

اگر میں یہ کہوں کہ میں بریلوی نہیں ہوں تو یہ نامناسب نہ ہوگا' کیونکہ نہ تو میرا سلسلۂ بیعت بریلوی مشائخ مولٰنا احمد رضا خان بریلویؒ، شیخ الحدیث مولنا سردار احمد فیصل آبادیؒ وغیرہ کے ساتھ وابستہ ہے اور نہ ہی سلسلۂ تلمّذ ان تک پہنچتا ہے۔ میں سلسلۂ بیعت کے اعتبار

[1]: ملفوظاتِ مہریہ' ص127,126' مطبوعہ گولڑہ شریف

[2]: ملاحظہ ہو' مہرِ مُنیر' ص142

سے قادری چشتی نظامی ہُوں اور سلسلۂ تلمّذ کے اعتبار سے خیر آبادی[1]۔

لہٰذا اگر میں بریلوی کے بجائے خیرآبادی کہلاؤں تو اِس میں حق بجانب ہوں' جیسا کہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدّین سیالوی علیہ الرّحمۃ اپنے خیرآبادی ہونے پر ہمیشہ فخر فرمایا کرتے اور علمائے خیرآباد کی خدماتِ جلیلہ کو سراہا کرتے تھے' یہاں آپ کا ایک ملفوظ ملاحظہ ہو۔

پانچ رمضان المبارک کی رات بعد از نمازِ تراویح فرمایا کہ دیوبندیوں کی سرکوبی تو مولٰنا فضلِ حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کر دی تھی' بریلوی لوگوں کو تو یہ سانپ سرکوفتہ

[1]: چنانچہ میرے ایک استاد حضرت مولٰنا فتح محمد علیہ الرّحمہ مولٰنا یار محمد بندیالویؒ کے شاگرد اور سیالوی صاحب کے استاد حضرت مولٰنا عطا محمد بندیالوی علیہ الرّحمہ کے استاد بھائی تھے اور مولٰنا یار محمد بندیالوی علیہ الرّحمہ مولٰنا ہدایت اللہ جون پوریؒ کے شاگرد اور وہ حضرت مولٰنا فضلِ حق خیرآبادیؒ کے براہِ راست شاگرد تھے' میرے استاد مولٰنا فتح محمد علیہ الرّحمہ کے دوسرے استاد حضرت مولٰنا غلام محمد گھوٹویؒ تھے' جو مولٰنا فضلِ حق رامپوریؒ کے شاگرد اور وہ مولٰنا فضلِ حق خیرآبادیؒ کے شاگرد مولٰنا ہدایت علی بریلویؒ اور پھر خود مولٰنا عبدالحق خیرآبادیؒ کے بھی شاگرد رہے تھے۔ میرے دوسرے استاد حضرت مولٰنا فیض احمد صاحب مدّ ظلہٗ العالی مولٰنا مہر محمد اچھروی علیہ الرّحمہ کے شاگرد اور وہ براہِ راست مولٰنا غلام محمد گھوٹویؒ کے شاگردوں میں سے تھے۔ لہٰذا مذکورہ بالا ہر دو اساتذہ کے حوالوں سے میرا سلسلۂ تلمّذ خیرآبادی بنتا ہے۔ بقولِ کسے

میخانے میں ہے جام سے جم تک مستی
بتخانے سے ہے صحنِ حرم تک مستی
کیا سلسلۂ کیف ہے اللہ اللہ
یوں دست بدست آئی ہے ہم تک مستی

مل گئے تھے.... آپؒ نے فرمایا خیر آبادی بہت ہی متبحر علماء ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ ہدایت پر تھے' اگر خدانخواستہ کسی دُوسرے عقیدہ پر ہوتے تو کیا کیا کرتے[1]۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں دیوبندی نہیں ہوں تو یہ بالکل حق اور بجا ہے' کیونکہ ہر دو مذکورہ پہلوؤں سے میری دیو بند والوں سے کوئی بھی نسبت نہیں بنتی۔ میرے جدِّ اعلیٰ حضرت گولڑویؒ نے سہارن پور اور علیگڑھ میں تعلیم حاصل کی' دیو بند کا مُنہ تک نہ دیکھا بلکہ اُن کے اُستادِ محترم حضرت مولانا احمد علی محدّث سہار نپوریؒ کے بارے جب دورانِ ملاقات حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرّحمہ نے فرمایا کہ وہ تو بہت بڑے وہابی تھے' پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے جواباً فرمایا کہ اللہ اُن پر رحمت فرمائے وہ تو بہت بڑے حنفی تھے' البتہ صُوفیاء کی رسوم کے پابند نہ تھے[2]۔

جہاں تک بریلوی دیو بندی اختلاف کا تعلّق ہے تو یہ دونوں حنفی ہیں' البتہ دیو بندیوں کی کتب میں کچھ قابلِ اعتراض عبارات ضرور ہیں' جن سے مُجھے قطعی اتفاق نہیں ہے۔لیکن مطلق اور غیر مشروط فتویٰ بازی بھی ہمارے مشائخ کا طریقہ نہیں' جیسا کہ سابقاً ذکر کر دیا گیا' حضور ختمی مرتبت ﷺ کے گستاخ کو میں کافر اور واجب القتل سمجھتا ہُوں' وہ کسی رعایت کا حق دار نہیں ہے' البتہ جن مسائل کو عوام النّاس میں اُچھالا جاتا ہے اُن میں راہِ اعتدال پر گامزن ہُوں' مختصر فہرست ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] ملاحظہ ہو: ''انوارِ قمریہ'' ملفوظات شیخ الاسلام سیالویؒ ' ص275,274' مطبوعہ لاہور سنِ طباعت 2002ء

[2] دیکھئے: مہرِ مُنیر' ص305

نمبر 1. اذان سے پہلے یا بعد دُرود وسلام: جہاں تک تعلّق ہے صلوٰۃ وسلام کا تو وہ خواہ کسی صیغے اور لفظ کے ساتھ ہو زندگی میں ایک مرتبہ صلوٰۃ وسلام برذاتِ خیر الانام ﷺ پڑھنا فرض ہے اور جب کبھی کسی محفل میں آپ کا اسمِ گرامی لیا جائے تو بھی سامعین پر صلوٰۃ پڑھنا واجب ہے' البتہ اگر ایک ہی مجلس میں بار بار اسمِ گرامی لیا جائے تو رخصت ہے کہ ہر بار نہ کہے' لیکن درجہ اور فضیلت اسی میں ہے کہ جب بھی آپ کا نامِ پاک سُنیں' صلوٰۃ پڑھیں۔اذان سے پہلے بھی اور بعد بھی دُرود و سلام جائز و مستحب ہے' لیکن فرض واجب اور اذان کا جزو نہیں ہے۔ پڑھنے والا ماجور و مثاب ہے' نہ پڑھنے والا بھی گناہ گار اور زیرِ عتاب نہیں ہے۔لیکن پڑھنے والوں کو بدعتی' مشرک اور گناہ گار کہنے والا بھی مُخالفِ راہِ صواب ہے۔

ہمارے ہاں گولڑہ میں اذانِ فجر سے پہلے درودِ تاج اور صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے' باقی نمازوں کے ساتھ نہیں پڑھا جاتا۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہ قدّس سرّہٗ کے دور میں ایسا نہیں ہوتا تھا' یہ سلسلہ آپؒ کی وفات کے بہت عرصہ بعد میرے جدِّ امجد حضرت بابوجیؒ نے شروع کروایا' جو یقیناً ایک فعلِ مُستحسن ہے' مگر اسے فرائض و وجُوباتِ شرعیّہ کا مقام دینا' دین میں تصرّف کے مترادف ہے۔ بہر حال صرف سپیکر پر درود وسلام پڑھ کر اظہارِ محبّت کرنا' بجلی نہ ہونے کی صورت میں اذان کے ساتھ نہ پڑھنا' یا صرف دیو بندیوں کو چڑانے کے لئے پڑھنا بھی اتّحادِ اُمّت میں رَخنہ اور فساد پیدا کرنے کے برابر ہے۔

یہاں ایک اہم نکتہ: چونکہ بات دُرودِ تاج کے حوالے سے ہو رہی ہے تو ایک نکتۂ خاص قارئینِ کرام کے ذوقِ تحقیق کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ درودِ تاج میں ایک جُملہ یہ بھی ہے "وَسِدرَةُ المنتهٰى مقامُه" یعنی حضور ﷺ کا مقام سدرۃ المنتہٰی ہے' عرصۂ دراز سے یونہی پڑھا جا رہا ہے اور ہم سب بھی ایک مدّت سے اِسی طرح سُنتے چلے آ رہے ہیں' لیکن درودِ تاج پر گفتگو کرتے ہوئے ایک مرتبہ میرے ذہن میں یہ لفظ کھٹکا کہ سدرۃُ المنتہٰی تو آنحضرت ﷺ کے رفیق، نیاز مند اور وزیرِ خاص جبریلِ امینؑ کا مقام ہے حضور ﷺ تو اِس سے کہیں بُلند مقام پر فائز ہیں' جس کا ادراک بھی مخلوق کے بس کا روگ نہیں' اسی لئے جبریلِ امینؑ نے شبِ معراج یہ کہہ کر آگے جانے سے معذرت کر لی تھی کہ لَو دَنوتُ انملةً لا حترقتُ جَناحِی

اِس کا ترجمہ سعدیِ شیرازؒ نے یوں فرمایا ؎

اگر یک سرِ مُوئے برتر پرم
فروغِ تجلّی بسوزد پرم

لٰہذا مناسب' بلکہ انسب ہے کہ یوں کہا جائے وَفَوقَ سِدرَةِ المنتهٰى مقامُهٗ اور اگر کوئی یوں کہے کہ مقامہٗ کی ضمیر کا مرجع جبریلِ امینؑ بھی بن سکتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ اگر اِسے جبریلؑ کی طرف راجع کیا جائے تو انتشارِ ضمائر لازم آئے گا' جو عند العلماء نا جائز ہے تو ضروری ہے کہ اِس ضمیر کو حضور ﷺ کی طرف راجع رکھتے ہوئے جملہ تھوڑا سا تبدیل کیا جائے اور یہ تبدیلی کوئی بے ادبی بھی نہیں ہے' اِس لئے کہ یہ درود شریف حضور ﷺ سے منقول کلمات تو نہیں ہیں' بلکہ بعد میں مرتّب ہوا ہے تو پھر یہ کوئی کلماتِ منصوصہ نہ ہوئے' اِسی لئے مناسب تبدیلی جائز ہے' جیسا کہ میرے جدِّ اعلیٰ

حضرت پیر مہر علی شاہؒ نے فاعشو شب اور فاغشو شب کے معاملے میں تحقیق فرمائی تھی[1]

نمبر 2. انگوٹھے چُومنا: یہ بھی جائز ہے' ضروری نہیں' اِس سے زیادہ ضروری آپؐ کا اسمِ گرامی سُن کر دُرود شریف پڑھنا ہے۔ اگر کوئی شخص آپؐ کا اسمِ گرامی سُن کر دُرود شریف پڑھ لے' لیکن انگوٹھے نہ چُومے تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا' لیکن اگر کوئی فقط انگوٹھے چُومے مگر درود شریف نہ پڑھے تو وہ گناہ گار ہوگا۔

تقبیلِ اِبہامین کے سلسلے میں حضرت گولڑویؒ کا معمول

بلکہ حضرت گولڑوی پیر مہر علی شاہ علیہ الرّحمۃ بوقتِ اذان پہلی بار اَشھَدُ اَنَّ محمّدًا رّسُولُ اللّٰه پر فقط صلّی اللہ علیہ وسلّم کہتے اور جب موؤّن دُوسری بار یہ کلمات دہراتا تو آپؒ انگوٹھے چُوم کر آنکھوں پر لگا لیتے۔ ایک بار کسی نے پوچھا تو آپؒ نے اِس کا سبب یہ ارشاد فرمایا کہ فتاوٰی شامی میں دُوسری بار پر چومنا لکھا ہے' ملفوظاتِ مہریہ کے حوالے سے حضرت گولڑوی علیہ الرّحمۃ کا عمل ملاحظہ فرمائیں۔

ملفوظ نمبر 36: ایک دن شام کی اذان میں آپ نے شہادۃِ ثانیہ میں دُوسری بار (اشھَدُ اَنَّ محمّدًا رسُول اللّٰه) کہنے پر دونوں انگوٹھوں کو بوسہ دیا۔ میں نے عرض کیا کہ قبلۂ عالم شہادتِ ثانیہ میں تقبیلِ ابہامین کی وجہِ تخصیص کیا ہے؟ فرمایا "شامی اور روح البیان میں اِسی طرح آیا ہے" نیز فرمایا کہ حدیثِ تقبیل کو اگرچہ علماء نے ضعیف

---

[1]: دیکھئے: "ملفوظاتِ مہریہ" اور "مہرِ مُنیر"

لکھا ہے' لیکن فضائلِ اعمال میں حدیثِ ضعیف بھی معمول بہ ہوتی ہے[1]۔

میں کہتا ہوں کہ میرے جدِّ اعلیٰؒ کا یہ فعل اِس حکمت پر مبنی بھی ہوسکتا ہے کہ پہلی بار آپ اِس لئے نہیں چومتے تھے تا کہ دیکھنے والوں کو بتا دیا جائے یہ فعل فرض اور واجب وغیرہ نہیں ہے اور دوسری بار چُوم کر یہ باور کراتے تھے کہ یہ کام حرام اور گناہ بھی نہیں ہے بلکہ فقط امرِ مستحب ہے' جسے کرنا ثواب اور نہ کرنا باعثِ گناہ نہیں۔ آج کل تو دونوں طرف سے یہ حالت ہے کہ اگر کسی بریلوی مجلس میں اذان' اقامت' نعت شریف میں آپ علیہ السّلام کا نامِ مبارک آجائے اور کوئی انگوٹھے نہ چُومے تو اُسے فوراً قہر آلود نظروں سے دیکھنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ کوئی وہابی اور گستاخ ہوگا اور اگر دیوبندیوں کی محفل میں کوئی شخص آنحضرتؐ کا نامِ مبارک سُن کر انگوٹھے چُوم بیٹھے تو یار لوگ اُسے یوں گھورتے ہیں جیسے ابھی کچّا چبا جائیں گے۔ حالانکہ دونوں حضرات کو دائرۂ اعتدال میں رہنا چاہیئے۔

نکتہ: مسلکِ بریلوی کے پاس جتنے دلائل اِس موضوع پر ہیں' وہ جس درجے کے بھی ہیں' بلکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عملِ تقبیلؓ والی وہ روایت ہے' جسے بطورِ دلیل پیش کیا جاتا ہے' وہ بھی فقط اذان میں اِن کلمات پر انگوٹھے چومنے کو ثابت کرتی ہے' نہ یہ کہ جہاں بھی اِسمِ گرامی آئے' چومنا ضروری ہو۔ اگر محبّت کو دلیل بنا کر کہا جائے کہ ہم محبّت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں تو کون عقیدت مند مسلمان ایسا ہے کہ آنحضرتؐ کا نام سُن کر جس کا

[1]: ملاحظہ ہو: ملفوظاتِ مہریہ ' ص 46 ' سنِ طباعت 1986ء

دل جُھک جانے کو اور سجدہ کر گزرنے کو نہ کرے بقولِ شاعر۔

نظر سے آپ کا نقشِ قدم جہاں گزرے
وہ بد نصیب ہے سجدہ جسے گراں گزرے

مگر اُسی ذاتِ مکرم کے ارشادات' فرامین اور غیرُ اللہ کے سجدے کی مخالفت کرنا ہی روک دیتا ہے۔ اِسی لئے ہم رسالت مآب علیہ السّلام کا اِسمِ گرامی سُن کر سجدہ نہیں کرتے بلکہ درود شریف ہی پڑھتے ہیں فلھذا ضروری ہے کہ کتاب و سنّت کے دلائل کو ترجیح دی جائے' اپنی محبّت وعداوت اور پسند و ناپسند کو شریعتِ مطہّرہ کے تابع کیا جائے۔

قیام بوقتِ سلام: محافلِ میلاد شریف کا انعقاد میرے نزدیک حُصولِ برکات کا مُوجب ہے۔ اختتامِ محفل پر درود و سلام پڑھنا اِظہارِ عقیدت کی علامت ہے' لیکن قیام بوقتِ درود و سلام فرض یا واجب بھی نہیں۔ یہ بات اپنے اپنے ذوق پر موقوف ہے' اگر کوئی شخص بیٹھ کر درود و سلام پیش کرنا چاہتا ہے یا اِسی طرح اگر کوئی شخص ہاتھ باندھنے کے بجائے ہاتھ کھول کر کھڑا رہنا چاہتا ہے تو ایسی صورتوں میں بے ادبی کا فتویٰ داغنا عقل و نقل کے سراسر خلاف ہے۔ بلکہ بلاوجہ تشدّد برت کر لوگوں کو ایسی محافل کی سعادتِ شرکت سے محروم کرنا بجائے خود ایک نہایت ہی غیر دانشمندانہ اقدام ہے۔

دُعا بعد از نمازِ جنازہ: دیوبندی بریلوی اختلاف میں یہ مسئلہ بھی خاصی اہمیّت اختیار کر گیا ہے' آئے دن دونوں طرف سے مسئلۂ مذکورہ پر ایک دُوسرے کو مناظروں اور مباحثوں کا چیلنج دیا جاتا ہے۔ جب کہ میرے خیال میں یہ مسئلہ بھی فقط تنگ ظرفی اور محض غلط فہمی کی وجہ سے متنازعہ بنا ہوا ہے' اگر جانبین سے ذمّہ دار علماء اِس مسئلہ پر ٹھنڈے دِل سے غور کریں تو یہ اختلاف آج بھی ختم ہوسکتا ہے' بریلوی حضرات میں سے کوئی بھی ذمّہ دار اور مُستند عالمِ دین دُعا بعدِ نمازِ جنازہ کو فرض واجب کا درجہ نہیں دیتا' دیوبندیوں میں سے بھی کوئی ذی ہوش اور صاحب انصاف دُعا کی اہمیّت' فضیلت اور نفع کا انکار نہیں کر

سکتا۔ کتاب و سنّت میں اہمیّت وفضیلتِ دُعا پر بے شمار دلائل موجود ہیں۔ البتّہ حضور علیہ السّلام سے منقول کوئی ایسی باقاعدہ دُعا کسی مجموعۂ حدیث میں نہ مل سکی' جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ نے نمازِ جنازہ کا سلام پھیرنے کے بعد بہ ہیئتِ اجتماعی مخصوص الفاظ میں کوئی دُعائیہ جملے ادا فرمائے ہوں' لیکن کہیں اِس کی ممانعت بھی نظر سے نہیں گزری' لٰہذا یہ فعل بھی محض جائز اور کارِ ثواب ہوا، اگر کوئی کرتا ہے تو روکنا نہیں چاہیئے اور اگر کوئی نہیں کرتا تو جبراً یہ دُعا اُس پر مسلّط نہیں کرنی چاہیئے۔ البتّہ کرنے میں یہ حکمت ہے کہ میّت اُس وقت بے بس ہوتا ہے' وہ بے چارہ اپنے لئے کچھ کرنے کی حالت میں نہیں ہوتا' لٰہذا ہماری اُس کے ساتھ یہی بھلائی ہے کہ اُس کے لئے زیادہ سے زیادہ دُعا کریں جب اپنے لئے کثرت سے دُعا مانگیں تو اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے' کیا خیال ہے اپنے مسلمان بھائی کے لئے زیادہ مانگنے سے وہ ذاتِ رحیم رنجیدہ ہو جائے گی ؟ جبکہ حضور علیہ السّلام فرما چکے ہیں' مؤمن کی دُعا، مؤمن بھائی کے لئے جلد قبول ہوتی ہے لٰہذا اِس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور بقولِ حضرتِ بیدلؒ ۔

برہم نشود طبعِ گُل از نالۂ بُلبل
آوازِ گدا رونقِ دربارِ کریم است

میرا مسلک جائز و ثواب سمجھ کر دُعا مانگنا ہے' دُعا سے روکنا نہیں، ساتھ ساتھ یہ بھی ضرور کہوں گا کہ نمازِ جنازہ سلام پھیرنے پر مکمّل ہو چکی ہوتی ہے' اگر کوئی دُعا نہیں مانگتا' ویسے چلا جاتا ہے تو فساد ڈالنا ٹھیک نہیں کیوں کہ امرِ استحبابی پر جھگڑا کرنا دانشمندی نہیں وَالْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ پر نظر مرکوز رکھنا بھی ضروری ہے اور دُعا مانگنے سے پہلے صفیں توڑ کر نماز والی ہیئت کو بدل لینا بھی ضروری ہے۔

مسئلۂ ایصالِ ثواب، تیجا، بیسواں، چالیسواں، سالانہ

اِس مسئلہ پر بھی ہر دو مسلکوں میں آئے دِن تکرار چلی رہتی ہے۔ جبکہ یہ مسئلہ صدیوں سے متفّق علیہ رہا ہے۔ بجز معتزلہ کے کسی سے اِس کا انکار ثابت نہیں' لیکن اب اِس مسئلہ پر بہ طورِ خاص مناظروں اور مباحثوں کے بازار گرم ہو رہے ہیں' ایصالِ ثواب مطلق بلاتعیینِ وقت تو اب بھی بالاتفاق جائز ہے لیکن تعیینِ وقت اور دِن مقرر کرنے پر اختلاف ہے' جب کہ میرے ذہن کے مطابق تعیینِ وقت مصالح و مفادِ خلق کے لئے تو جائز ہے لیکن اِسے شرعی درجہ دے دینا اور یہ کہنا کہ اِس تاریخ اور دِن کے علاوہ ایصالِ ثواب جائز ہی نہیں' بالکل غلط اور دین میں زیادتی ہے۔ اِس موضوع پر میری کتاب نام و نسب کے باب یازدھم کا ص 685 سے 694 تک ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ نیز یہ بات بھی ملحوظِ نظر رہے کہ عباداتِ بدنیہ، مالیہ اور مرکبّہ تمام کا ثواب مُردوں کی روح کو بھیجنا جائز ہے' بلکہ میّت اِسی کے انتظار میں رہتی ہے' جیسا کہ حدیث شریف سے واضح ہے۔ البتّہ چالیسویں اور بیسویں پر شادی کی طرح اہتمام کرنا، امراء و دُنیادار طبقے کو مدعو کر کے پُر تکلّف کھانے کھلانا' یہ اِسراف کے ساتھ ساتھ طبقاتی تفریق بھی ہے۔ بلکہ کوشش کرنا چاہیئے کہ یہ طعام اُن غریبوں تک پہنچے' جنہیں اپنے گھر میں ایسا کھانا نصیب نہیں ہوتا' حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ بُرا ہے وہ دسترخوان جس پر غریب کو مدعو نہیں کیا گیا۔ فریقین اگر میری بات پر غور فرمائیں تو میں یہ بات بر ملا کہہ دُوں کہ دیوبندیوں کا ایصالِ ثواب کو بُرا سمجھنا بھی دین میں رخنہ ڈالنا ہے اور بریلوی حضرات کا مروّجہ صُورت میں ایصالِ ثواب کے بہ طورِ خاص پروگرام مرتّب کرنا بھی بے سُود ہے' دُنیادار طبقہ اور محض رشتہ داروں کو کھانا دینے کے بجائے اگر دینی مدارس کے غریب اور نادار طلبہ کی امداد کی جائے تو یہ زیادہ

مناسب ہوگا' فی زمانہ چوں کہ دینی علوم کی سرپرستی ختم ہو چکی ہے' حکومتِ وقت سپورٹس اور تفریحی پروگراموں کے علاوہ تعلیم کی دنیا میں سائنس، انگلش اور کمپیوٹر پر جتنی توجّہ مرکوز کر رہی ہے' اُتنی توجّہ دینی علوم کی طرف نہیں ہے۔ اُمراء حضرات انگلش میڈیم سکولوں' یونیورسٹیوں اور کیڈٹ کالجوں میں اپنے بچّوں کو تعلیم دلانا باعثِ افتخار سمجھتے ہیں' جبکہ کتاب وسنّت اور عربی وفارسی تعلیم وتدریس کو معیوب گردانتے ہیں' حالانکہ علم تو اصل میں یہی ہے' باقی تمام علوم اِس کے خادم اور تابع ہیں۔ تو ایسے میں اگر دینی مدارس میں پڑھنے والے غریب الدّیار طلبہ کی کفالت وسرپرستی کے لئے ایصالِ ثواب کے ضمن میں کوئی مدد کی جائے تو یقیناً جائز؛ بلکہ مستحسن وافضل ہوگی۔ کیونکہ ایسا کرنے میں اِس حدیث شریف پر عمل ہو جائے گا' جو فضیلتِ علم کے بارے متعدّد کتبِ حدیث میں آئی ہے' ہم اِس وقت ملفوظاتِ فاضل بریلویؒ کے حوالے سے یہ حدیث شریف نقل کرنے لگے ہیں:

اُغدُ عالماً اَو مُتعلّماً اَو مُستمعاً اَو مُحِبًّا وَلَا تکُن خامساً فتَهلكَ

ترجمہ: اِس حال میں صُبح کر کہ تُو عالم ہو یا متعلّم' یا عالم کی باتیں سُننے والا' یا عالم کا مُحبّ اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے[1] گا۔ میرے جدِّ اعلیٰ حضرت گولڑی علیہ الرّحمہ بھی دینی مدارس کی خدمت اور طلباء کی معاونت کے بارے اکثر تلقین فرمایا کرتے' آپؒ نے انجمن نعمانیہ لاہور کے مدرسہ نعمانیہ میں سالانہ جلسہ میں جو تقریر فرمائی اُس میں فضیلتِ علم وعلماء پر مدلّل گفتگو فرماتے ہوئے اختتام پر یہ جُملے تاکیداً فرمائے۔

''جُملہ اہلِ اسلام پر بدلیلِ قولہ تعالیٰ للفقرآء الّذین أحصِروا فی سبیلِ اللّٰہِ o طلباءِ علمِ دینی بِمَا یتعلّق بہٖ کی خدمت حسبِ توفیق واجب ہے[2]''۔

---

[1]: ملاحظہ ہو: ملفوظاتِ فاضل بریلویؒ ' ص 213

[2]: ملاحظہ ہو: ملفوظاتِ مہریہ ' ص 149

نکتہ: اگرچہ ہمارے عُرف میں اِس پروگرام کو ایصالِ ثواب کا نام دیا جاتا ہے' لیکن میری تحقیق کے مطابق اِسے ایصالِ ثواب کے بجائے ارسالِ ثواب کہا جائے تو زیادہ موزوں ہوگا' کیونکہ ایصال بابِ افعال کا مصدر ہے' جس کے معنٰی ہیں پہنچا دینا اور ظاہر ہے پہنچا دینا ہمارا کام نہیں' بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ ہمارا کام تو فقط ارسال یعنی بھیجنا ہے' لیکن یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اِنّا لَا نُضیعُ اَجرَ مَن اَحسَنَ عَملاً o یعنی ہم کسی نیک عمل کرنے والے کا کچھ عمل بھی ضائع نہیں کرتے' چاہے وہ عمل اپنے لیے ہو' یا کسی اور کے لئے' اجر ضرور ملتا ہے تو اِنّ اللّٰہَ لَا یُخلفُ المیعاد پر ایمانِ کامل رکھتے ہوئے ہم ارسال کے بجائے ایصال کا لفظ استعمال کر دیتے ہیں جو مجازی معنٰی میں تو جائز ہے مگر حقیقی معنٰی میں نہیں۔

خصوصی نوٹ: بعد از وفات ایصالِ ثواب کے نفسِ جواز پر ہم نے خاصی گفتگو کر لی ہے' یہاں یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ جو لوگ وفات یافتہ حضرات کے سوم' بیسویں' تیسویں' چہلم اور سالانہ پر کھانا کھلانے کی طاقت نہ رکھنے کی صورت میں اُدھار لے کر ایصالِ ثواب کی محافل آراستہ کرتے اور دُور ونزدیک سے وافر مقدار میں لوگوں کو شمولیّت کی دعوت دیتے ہیں' اُن کا یہ عمل اسلام کے مزاجِ یُسر کے خلاف ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان پر کوئی تنگی نہیں چاہتا' یعنی تکلیف مالا یطاق کو پسند نہیں فرماتا جیسا کہ کتاب وسنّت سے شرعِ محمّدی کے عمومی مزاج کا پتہ چلتا ہے' قرآنِ مجید میں ہے مَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیجعَلَ علیکم مِن حَرَجٍ وَلٰکِن یُّرِیدُ لِیُطهّرکُم (سورۃ المائدہ)

یُرِیدُ اللّٰہُ بِکُمُ الیُسْر وَلَا یُرِیدُ بِکُمِ العُسْرَ (سورۃ البقرہ)' حدیث شریف میں بھی یہ ارشادِ نبویؐ موجود ہے۔ یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا (الحدیث) اور اَلدِّینُ یُسرٌ (الحدیث)' مندرجہ بالا آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کا مفہوم یہی ہے کہ دین میں آسانی رکھی گئی ہے' تنگی نہیں رکھّی گئی۔ مقامِ غور ہے کہ جب فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے استطاعتِ مالی و بدنی کو لازم قرار دیا گیا ہے کہ جس شخص کے پاس مالی استطاعت ہو' صرف اُس پر حج فرض ہے' اگر مالی استطاعت نہیں تو حج فرض نہیں' تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ چالیسواں' سالانہ وغیرہ جو شریعت کے کسی حکم کے تحت فرض' واجب اور سنّت کا درجہ بھی نہیں رکھتے' وفات یافتگان کے ایصالِ ثواب کے لئے اپنے سر پر قرض کا بوجھ رکھ کر محض نمود و نمائش اور علاقے میں نام پیدا کرنے کی خاطر انواع واقسام کے کھانے پکائے جائیں۔ مالی عدمِ استطاعت کی صورت میں مقروض ہو کر ایصالِ ثواب وغیرہ کرنا خود کو بجائے خود ایک مصیبت میں ڈالنے کے مترادف ہے' جو اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔ ایسے نامساعد حالات میں مناسب یہی ہے کہ میّت کے ایصالِ ثواب کی خاطر قرآنِ مجید پڑھ کر اُس کی روح کو ثواب بھیج دیا جائے۔ ایسے ہی موقع کے لئے شاید لسان العصر سیّد اکبر الہٰ آبادیؒ نے درجِ ذیل شعر کہا تھا۔

بتاؤں آپ کے مرنے کے بعد کیا ہوگا
پُلاؤ کھائیں گے احباب' فاتحہ ہوگا

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

تبلیغی جماعت: دیوبند مسلک کی ترجمان یہ جماعت بھی اندرون و بیرونِ مُلک کافی پذیرائی حاصل کرچکی ہے' اِس کے متعلق بھی لوگوں کی مختلف رائے ہے۔ میں تبلیغِ دین کو اچّھا سمجھتا ہُوں اَن پڑھ طبقے کو کلمہ، وضو، نماز، روزہ اور حلال وحرام کے مسائل سے روشناس کرانا یقیناً نیکی کا کام ہے اور جو بھی یہ کام کرے گا' اجر کا مستحق ہوگا' ہمارے پاس خانقاہوں میں لوگ عقیدت کی وجہ سے آتے تو ہیں' لیکن یہ بات بھی ہے کہ تعلیم دینے کے لیے آج کل خانقاہوں میں باقاعدہ تربیت کا فقدان ہے تو جو جماعت اِس ضرورت کو پورا کرے' ہم اُس کی تحسین کریں گے' لیکن اگر اِس تبلیغ کی آڑ میں مخصوص زاویۂ فکر کا پابند کیا جائے' رسولِ پاکؐ اور بزرگانِ دین کا گستاخ اور جسور بنایا جائے تو یہ تبلیغ سراسر خُسران و خُذلان ہے' کیونکہ اللہ کو ملنے کے لئے ہر شخص رسول اللہؐ کے واسطے کا محتاج ہے آپؐ کی نسبت واتّباع کے بغیر یہ پُرخطر راستہ طے نہیں ہوتا۔ آج کل اِسی دعوت وتبلیغ کا بیڑا دعوتِ اسلامی نے بھی اُٹھایا ہُوا ہے اگر سیدھے چلتے رہیں ناروا سختی، گروہ بازی اور سارے مُسلمانوں کو اپنا ہی پیر بھائی (عطّاری) بنانے کا پروگرام نہ ہو اور امیرِ دعوتِ اسلامی کے تقرّب کے لیے اُن کی بیعت لازمی قرار نہ دی جائے اور اپنے اپنے پیرخانوں کو چھوڑ کر صرف اُن کے امیر صاحب کو پیرِ مغاں تسلیم کرنا ضروری قرار نہ دیا جائے' جیسا کہ متعدّد لوگوں سے یہ شکایت سننے میں آئی ہے تو پھر یہ بھی اچّھے لوگ ہیں' بلکہ یہ تعصّب وتشدّد آمیز پالیسی اب تو اِس خطرناک حد تک پہنچ چُکی ہے کہ جو مُسلمان امیرِ دعوتِ اسلامی کی بیعت نہ کرے مگر پورے خلوص سے دعوتِ اِسلامی کی خدمت سرانجام دینا چاہے' اُسے وہ حیثّیت نہیں دی جاتی جو صرف مُریدحضرات کو دی جاتی ہے' حالانکہ کلمہ گو ویسے بھی پیر بھائی ہیں' اِسی لئے کہ سب سے بڑا پیر و مُرشد کملی والا ہے' ساری اُمّت آپ ﷺ کی مُرید ہے

چنانچہ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدّین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ ذیل ملفوظ اِسی مفہوم کی تائید کرتا ہے۔

پیر بھائیوں سے مُراد اُمّتِ نبوی ہے۔ بروزِ جمعہ 14 صفر المظفر 1398ھ ہاتھ اُٹھاتے ہوئے' آپ نے دُعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمام پیر بھائیوں کے نیک مقاصد پورے فرمائے۔ کسی اجنبی نے چوتھی مرتبہ دُعا کی التجا کر کے کہا کہ ہم غیر پیر بھائیوں کے لئے بھی دُعا فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ پیر بھائیوں کا مطلب اُمّتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے' کیونکہ بڑے پیر تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہیں، یہ فرما کر دُعا مانگی[1] الخ

سپاہِ صحابہ کا تشدّد اور میری رائے: غالباً 1998ء میں اُس وقت کے وزیرِ اعظم پاکستان میاں نواز شریف صاحب نے نفاذِ شریعت کنونشن بلایا' جس میں مجھے بھی مدعو کیا گیا، تمام مکاتبِ فکر کے علماء و زُعماء ہزاروں کی تعداد میں وہاں تشریف فرما تھے' میں نے مُلک میں نفاذِ شریعتِ اسلامی کا عملی طریقہ کار پیش کرنے کے ساتھ ساتھ فرقہ واریت کے خاتمے کے لئے بھی تجاویز پیش کیں، خصوصاً سپاہِ صحابہ اور شیعہ کی مخاصمت دُور کرنے کے لئے میں نے زور دیا تو شیعہ کی طرف سے علاّمہ ساجد علی نقوی صاحب اور سپاہِ صحابہ کی طرف سے مولنا ضیاء القاسمی مرحوم نے میری تجویز کا خیر مقدم کیا۔

میں آج بھی وہی بات کہا کرتا ہوں کہ تکفیری فتووں کی اشاعت اور کافر کافر کے نعروں کی تکرار اور آئے دن کے تشدّد آمیز اقدامات چھوڑ کر آدابِ اکابرین اور عدمِ گستاخیِ سلف صالحین کے موضوع پر ایک فارمولا طے کرنا چاہیئے' جس سے ہمیشہ کے لئے یہ جھگڑا ختم ہو سکے' البتہ صحابۂ کرام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین

[1] ملاحظہ فرمایئے: ''انوارِ قمریہ'' ' ص 291 ' مطبوعہ پرنٹ ایکسپریس لاہور ' سنِ طباعت 2002ء

کی عظمت و توقیر اور اُن کی خدماتِ جلیلہ کی اشاعت کے لئے سپاہِ صحابہ کی کوششیں لائقِ صد تحسین ہیں' خصوصاً خلفائے راشدینؓ کے ایام سرکاری سطح پر منانے کے مطالبہ پر میں اُن کی بھرپور تائید کرتا ہوں۔ لیکن ایک بات اپنے ذوق و وجدان کے حوالے سے ضرور کروں گا کہ حق چار یار کا نعرہ اہلِ سنّت کی علامت ہے' جس سے مجھے انکار نہیں مگر حضرتِ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو خلفائے راشدینؓ کی صف میں شامل نہ کرنا بھی انصاف نہیں' کیونکہ حدیث شریف ''الخلافة من بعدي ثلثون سنة ثم تصير ملكاً عضوضاً'' تصفیہ مابینِ سُنّی و شیعہ ص 8 (حضرت سفینہؓ سے مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن میں اِسی کی ہم معنی روایت موجود ہے) اِسی کی مقتضی ہے' حضرت امام حسنؓ کی خلافتِ ششماہی شامل کر کے ہی یہ 30 سال کا عرصہ مکمّل ہوتا ہے، جب آپؓ کا دورِ خلافت اِس میں شامل کرنا ضروری ہے تو پھر نعرہ یوں ہونا چاہیئے۔

نعرۂ خلافت ← حق پنج تن

اہلِ قبلہ کی تکفیر اور حضرت پیرانِ پیرؒ کا نقطۂ نظر

آج کل مختلف اِسلامی مکاتبِ فکر نے ایک دُوسرے کے خلاف فتوٰی ہائے تکفیر کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ بلکہ ایک ہی مسلک کے لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دُوسرے کو کافر کہنے سے بھی نہیں چُوکتے۔ بالخصوص دیوبندی' بریلوی اختلاف تو ایک طوفان کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ ہم ذیل میں حضرت پیرانِ پیرؒ کا ایک خطبہ درج کر رہے ہیں جس کا مُطالعہ ہر دو مسلک والوں کے لئے مفید ہو گا۔ کیوں کہ دیوبندی حضرات بھی حضرت غوث پاکؒ کی توحیدی کاوشوں کی وجہ سے آپ کا خاص احترام کرتے ہیں

جبکہ بریلوی حضرات تو ہیں ہی قادری رضوی اور غلامانِ غوثِ اعظم کہلوانے والے۔

لہٰذا اُمید ہے کہ موجودہ مُلکی فضا اور بین الاقوامی خطرات کے پیشِ نظر ہر دو اہلِ مسلک اِس فرمانِ غوثیہ پر غور فرما کر اپنے آئے دن کے اِن فتوٰی ہائے کفر و شرک پر نظرِ ثانی ضرور فرمائیں گے۔

المقالة الثّامنة والسّبعون: قالَ رضی اللّٰه عنه لأ هلِ المجَاهدةِ وَالمحاسبةِ و اُولی العزم عشرُ خصالٍ جرّ بُو ها فاذا أ قا مُو ها وأحكمو هَا باِذنِ اللّٰه تعالیٰ وصَلُو ا اِلَی المنازِلِ الشّریفةِ ' الأولیٰ اَن لّا یحلفَ العبدُ باللّٰهِ عزّ وجلّ صادقاً وّلَا کَاذِ باً عامداً وّ لَا سَا هیاً .... الرّابعةُ أن یجتنِبَ أن یلعَنَ شیئاً مِنَ الخلقِ ....اَلسّادِسةُ أن لّا یقطعَ الشّهادة عَلیٰ أ حَدٍ من الخلقِ من أهلِ القبلةِ بشِرکٍ وّلا کُفرٍ وّلَا نفاقٍ فانّهٗ أقربُ للرّحمة وأعلیٰ فِی الدّرجَةِ وهیَ تمامُ السُّنّة .. الخ

ترجمہ: حضرت پیرانِ پیرؒ نے مجاہدۂ نفس مُحاسبۂ ذات کرنے والوں اور سلوک و معرفت کا پختہ عزم رکھنے والوں کی دس خصلتیں بیان فرمائیں کہ وہ اِن پر مداومت (ہمیشگی) کرتے ہیں، پس جب وہ بحکمِ خداوندی اُن پر مضبوطی سے قائم ہو جاتے ہیں تو بلند منازل پر فائز ہوتے ہیں۔

لہ: شرح فتوح الغیب ازمحدث دہلویؒ ص303, 304, 305

پہلی خصلت: یہ ہے کہ بندہ کبھی جان بوجھ کر یا بھول کر بھی اللہ تعالیٰ کی سچی یا جھوٹی قسم نہ کھائے............ چوتھی خصلت یہ ہے کہ مسلمان (سالک) کبھی کسی مخلوق پر لعنت نہ کرے اور نہ اُسے تکلیف دے............ چھٹی خصلت یہ ہے کہ وہ اہلِ قبلہ میں سے کسی ایک انسان پر بھی کفر و شرک اور نفاق کی قطعی شہادت نہ دے، کیونکہ یہ خصلت (فتویٰ کفر و شرک نہ لگانا) رحمتِ الٰہی کے زیادہ قریب ہے اور درجہ میں نہایت بُلند ہے اور یہ خصلت کمالِ اتّباعِ سُنّت ہے۔ الخ

قارئینِ محترم! محوّلہ بالا فرمانِ غوثیہ کی تشریح کرتے ہوئے شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ چھٹی خصلت کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔ "ششم آنست کہ جزم نکند بر ہیچ یکی از خلق از اہلِ قبلہ بہ شرک و نہ بکفر و نہ بنفاق، زیرا کہ بدرستی عدمِ تکفیرِ اہلِ قبلہ نزدیک تر است برحمت و شفقت و مہربانی کردن مر خلق را یا نزدیک است بہ نزولِ رحمتِ حق بر صاحبِ ایں صفت و بُلند تر است در درجہ و سببِ حصولِ درجۂ اعلیٰ است و ایں خصلت سبب تمامی اتّباعِ سنّت است کہ وارد است در نہی از تکفیرِ اہلِ قبلہ کہ نماز میکنند بجانبِ قبلۂ مسلماناں یعنی اگرچہ ذمّ و انکار و تشنیع و تقبیحِ اہلِ بدعت بجہتِ رعایتِ سنّت و ترویجِ آں آمدہ است امّا تکفیرِ ایشاں خلافِ سنّت است و تمام و کمالِ سنّت در عدمِ تکفیر و باز داشتنِ زبان است ازاں.......الخ

ترجمہ: چھٹی خصلت سالکوں اور مجاہدوں کی یہ ہے کہ مخلوق میں سے جو اہلِ قبلہ ہیں یعنی مسلمانوں کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اُنہیں کافر، مُشرک یا مُنافقِ قطعی کہنے سے احتیاط کرے' کیونکہ یہ بات اللہ کی رحمت کے قریب تر ہے یعنی مخلوق پر مہربانی اور شفقت کرنا یہ اللہ کی صفتِ رحمت کے زیادہ قریب ہے یا ایسا کرنے والا اللہ کی رحمت کے قریب ہوتا ہے اور بلند درجہ حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے اور یہ خصلت سُنّتِ رسولؐ کی مکمّل پیروی و متابعت ہے۔ کیونکہ آپؐ نے اہلِ قبلہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے اگرچہ احیاء و ترویجِ سنّت کے لئے بدعتی لوگوں کی مخالفت کرنا اور اُن کی مذمّت و تردید کرنا روایات میں آیا ہے' لیکن اُنہیں بھی کافر کہنا سنّت کی خلاف ورزی ہے اور سنّت کا کمال اتباع یہ ہے کہ زبان کو اُنہیں کافر کہنے سے روکا جائے۔

شیعہ مسلک اور میرا معمول: مُجھے بعض دفعہ ذکرِ اہلِ بیتِ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالے سے شیعہ حضرات کی بڑی بڑی محافل میں بلایا جاتا ہے' میں ایک خانقاہ کا نمائندہ ہونے کے علاوہ شعر و ادب کی دنیا سے بھی متعلّق ہوں' لہٰذا میں ایسی محافل میں جاتا ہوں' اگر شعر و ادب کے اسلوب میں کسی موضوع پر گفتگو ہو تو اُسی موضوع کو نبھانا ضروری ہوتا ہے' لیکن اگر تقریر کے اسلوب میں بات کرنا پڑے تو پھر میں اُن کی محافل میں بھی صحابۂ کرامؓ کا ذکرِ خیر ضرور کیا کرتا ہوں۔ میری موجودگی میں آج تک کسی شیعہ دانشور، شاعر یا خطیب کی جرأت نہیں ہوئی کہ معاذ اللہ صحابۂ کرامؓ کے

خلاف کوئی ہرزہ سرائی کرے، اگر خدانخواستہ کبھی کسی نے ایسی جرأت کرنے کی کوشش کی تو میں اُسے ٹوکنے اور سرِ محفل اُس کا رَد کرنے کا حوصلہ بھی رکھتا ہوں۔

میں شیعہ حضرات کو شعر و ادب کے علاوہ اُن کی محبّتِ اہلِ بیتؓ کے پہلو سے بھی مِل لیتا ہوں اور اُن کی اِس وصف کی نفی کرنا ادبی دیانت کا خون ہوگا' میرے جدِّ اعلیٰ حضرت گولڑوی علیہ الرّحمۃ نے امامِ حسینؓ کا مرثیہ بصورتِ مہندی لکھا' جس کا یہ مصرعہ زباں زدِ عام ہے ؏

ایہہ مہندی روزِ ازل دی اے

نیز آپ بڑے بڑے شیعہ اہلِ سُخن کے کلام کی تعریف فرمایا کرتے تھے اور اُن کی منفی عادتِ گستاخی کو بھی نظر انداز نہیں فرماتے تھے۔ آپؒ کا ایک ملفوظ ملاحظہ ہو۔

ملفوظ نمبر 123: فرمایا "بعض اہلِ تشیّع افراط و تفریط میں پڑ کر صحابۂ کرامؓ کے متعلّق بُرا ظن رکھتے ہیں' اُن کی یہی بات نہایت ناشائستہ ہے' ورنہ محبّتِ اہلِ بیتؓ تو تخمِ ایمان ہے' اِن کے شعراء کی مبالغاتِ شعرگوئی اور رموزِ سخنوری سے مضمونِ محبّت تازہ ہوتا ہے۔

چنانچہ دبیرؔ لکھنوی واقعۂ کربلا کے بیان میں لکھتا ہے۔

کس شیر کی آمد ہے کہ رَن کانپ رہا ہے
رَن ایک طرف' چرخِ کُہن کانپ رہا ہے
شمشیر بکف دیکھ کے حیدرؓ کے پسر کو
جبریلؑ لرزتا ہے سمیٹے ہوئے پَر کو

(ملفوظاتِ مہریہ ص94)

آپؒ علماء وخطباء کو بھی نصیحت فرمایا کرتے کہ اپنی تقاریر کو محض فتوٰی بازی تک محدود نہ رکھا کریں' بلکہ فضائلِ اہلِ بیتؓ کو بھی سلکِ تقریر میں ضرور لایا کریں' چنانچہ آپ فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔ ملفوظ نمبر 128 ''علماء اور واعظین کا کلام اور تقریر ایسی ہونی چاہیئے' جو سُننے والوں کے لئے دلپذیر ہو۔ اُنہیں فرمانِ الٰہی اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ (خدا کی راہ کی طرف حکمت اور بہتر پندو موعظت کے ساتھ بُلاؤ) پر عمل کرنا چاہیئے۔ اور بشری اور نفسانی جوش میں نہیں آنا چاہیئے۔ یہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ عام اہلِ تشیّع، فضائلِ صحابۂ کرامؓ سے بے خبر ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اِن حضراتؓ کا اپنے باہمی اِختلافات کے معاملہ میں چشم پوشی کرنا کس مصلحت کا حامل تھا اور نہ وہ عقیدۂ مسئلۂ خلافت سے واقف ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے واعظ اور عالم حضرات اپنی تقاریر کو فتاوٰی دینے اور تکفیر تک ہی محدُود رکھتے ہیں' بلکہ بعض دفعہ تو اِس حد تک کہہ دیتے ہیں کہ اہلِ تشیّع کی توبہ بھی منظور[1] نہیں۔ اگر وہ اس کی بجائے فضائلِ اہلِ بیتؓ پاک جیسا کہ آثار سے ثابت ہیں' بیان کرتے اور اپنے آپ کو اسیرِ محبّتِ خاندانِ نبوّتؐ گردانتے تو ان شاء اللہ تعالےٰ دُوسرے بھی نیک ظن سے اُن کی مجالس میں حاضر ہو کر عقیدۂ صحیحہ سُنّیہ سے واقف ہوتے۔ یہ ہماری غیر دانشمندی کا نتیجہ

---

[1]: حضرت گولڑویؒ نے اپنی تصنیفِ لطیف ''اعلاء کلمۃ اللہ'' میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا ''ایں نقل غلط است زیرا کہ شیعہ را بالا جماع کسے کافر نمی گوید بلکہ درایشاں اختلاف است'' ترجمہ: یہ غلط ہے کیونکہ شیعہ کو بالاجماع کسی نے کافر نہیں کہا' بلکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے (اعلاء کلمۃ اللہ' ص 65' مطبوعہ گولڑہ شریف) گویا مطلق شیعہ کے کفر کا فتوٰی دینا مناسب نہیں' بلکہ اِس میں وضاحت اور تفصیل چاہیئے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ ''فتاوٰی عزیزی'' میں اور مولٰنا رشید احمد گنگوہی بھی ''فتاوٰی رشیدیہ'' میں اِس کی وضاحت کر چکے ہیں۔

ہے کہ فریقِ مخالف کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ سُنّی وہ ہوتا ہے جس کے دِل میں اہلِ بیتِ پاک کی محبّت نہ ہو[1]''۔

مسئلۂ علمِ غیب: بحمد اللہ مسئلۂ غیب پر بھی بہت کچھ میری نظر سے گزرا۔ اگرچہ یہ موضوع انتہائی حسّاس ہے' تاہم قرآن وسنّت سے آج تک میں نے جو سمجھا اور پڑھا اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے غیاب وحضور برابر ہیں' یعنی ہر شے اُس پر عیاں ہے' غیوبت کا وہاں شائبہ تک نہیں ''عالم الغیب والشّھادہ'' میں جس غیب کو ذکر کیا گیا ہے' یہ وہ غیب ہے' جو حواسِ انسانیہ کے حیطۂ تعقّل وادراک سے باہر ہو' اس کے لیے ارشاد ہوا کہ جو چیزیں تمھارے ادراک وحواس سے وراء ہیں اور جن کے لئے تم غیب کا لفظ بولتے ہو' میں اُن کا بھی جاننے والا ہوں اور جو حقائق تم پر آشکار ہیں' وہ بھی میرے علم میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نسبت غیب کا زیادہ تعلّق انسان سے ہے کہ وہ کتنا غیب دان ہے۔ اگر یہی مسئلہ قرآنِ مجید سے دریافت کیا جائے تو جواب ملتا ہے کہ انبیاء میں سے جن کے لئے چاہوں اُنہیں حقائقِ غیبیہ سے آگاہ کرتا ہوں' دیگر تمام موضوعات کی طرح اِس موضوع پر قرآنِ مجید نے کوئی ابہام نہیں چھوڑا۔ معلوم ہوا کہ انبیائے کرام کو اُن حقائق سے آگاہ کیا جاتا ہے' جن حقائق کا اُن کو غیبیہ اطّلاع سے پہلے علم نہیں ہوتا۔ انبیاء کی ایسی غیب دانی کا انکار صریح کفر ہے' کیوں کہ ایسے غیب کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے کہ وہ اِن کو اطلاع دے رہا ہے۔ اگر وہ مطّلع نہ کرتا تو انبیاء از خود کسی چیز پر اطلاع نہ پاسکتے۔ گویا غیب کی ایک قسم یہ ہوئی کہ غیب کا جان لینا کسی واسطے اور ذریعے کا محتاج نہ ہو

---

[1]: دیکھئے: ملفوظاتِ مہریہ' ص 97' مطبوعہ گولڑہ شریف

یعنی جو حواسِ خمسہ کے ذرائع اور دوسرے کسی قسم کی وساطت کا مرہونِ منّت نہ ہو' ایسا غیب' غیبِ ذاتی ہے اور یہ خاص ہے صرف اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ کی ذات کے لئے۔ جس میں کوئی نبی' کوئی رسول اور مخلوق کا کوئی فرد شریک نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو غیب کا علم دے دے' جیسا کہ بالعموم انبیائے سلف کو اور بالخصوص سیّد الانبیاء علیہ السّلام کو عطا فرمایا تو ایسا غیب' غیبِ عطائی کہلاتا ہے' انبیاء علیہم السّلام کی اِس منصوص غیب دانی کا منکر' منکرِ نصوصِ قطعیّہ ہے اور منکرِ نصِ قرآنی دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور علمائے احناف نے اِسی علمِ غیبِ ذاتی کے قائل کو کافر کہا ہے نہ کہ عطائی کے قائل کو۔

اب یہ فہرست کوئی نہیں گنوا سکتا کہ کن کن اور کتنی چیزوں کے جاننے میں کون کون نبی اور رسول کس مقام پر فائز ہے' کیوں کہ اِس کا حتمی علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ البتہ اِتنا کہا جاسکتا ہے کہ حضور علیہ السّلام چونکہ افضلُ النّاس ہیں' اِس لئے آپ اعلمُ النّاس بھی ہیں اور جو اعلمُ النّاس کے مرتبۂ جلیلہ پر فائز ہو' وہ یقیناً کائنات کے تمام انسانوں سے زیادہ غیب دان ہوتا ہے' اس لئے کہ یہ شرف صرف حضور علیہ السّلام سے مخصوص ہے کہ آپ پوری کائنات کے ہر انسان پر ہر وصف' ہر خوبی اور ہر کمال میں کُلّی طور پر فضیلت رکھتے ہیں' یہ مرتبہ آپ کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں اور پھر وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعلَم کی آیت میں لفظِ 'ما' کا عموم اِس پر دلالت کر رہا ہے کہ آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے' اللہ تعالیٰ نے اُسے آپ پر منکشف فرما دیا اور اِس کا تحقق ماضی مطلق کے صیغۂ واحد غائب وعلّمكَ سے فرمایا۔ طُرفہ تر یہ کہ خود پر صیغۂ غائب کا اطلاق کرنے والا ضمیرِ کاف ہے' مخاطب کو حاضر پا کر اُس کے سامنے ازل سے لیکر ابد تک کے علومِ غیبیّہ و حُضوریّہ کے دروازے

کھول دیئے جانے کا اعلان فرما رہا ہے۔ بندہ نے اِسی موقع کے لئے یہ شعر عرض کیا تھا۔

نصیرؔ! کہتی ہے یہ آیۂ وَعَلَّمَكَ
وہ ہیں علیم و خبیر' اُن کو کیا نہیں معلوم

(پوری نعت ملاحظہ ہو میرے مجموعۂ نعت ''دیں ہمہ اُوست'' میں)

تقبیلِ قُبور اکابر کی نظر میں

اِس بات کا عقائد و ایمانیات سے تعلّق نہیں' بلکہ یہ محض اظہارِ محبّت پر مبنی ایک عمل ہے' چوں کہ ہم خانقاہوں سے تعلّق رکھنے والے لوگ ہیں' ہمارے بزرگوں سے عقیدت رکھنے والے اُن کی قبور پر حاضری کے وقت بوسہ دینے کو آدابِ زیارت کی شرطِ اوّلیں قرار دیتے ہیں' یعنی جو قبورِ صالحین کا بوسہ نہ لے' وہ اہلِ سنّت کے مسلک سے خارج ہے۔ عقیدت میں غُلو سے کام لینے والے ایسے حضرات کے لئے اکابر کے نقطۂ نظر کا احترام کرنا بھی اُن سے عقیدت مندی کی پہچان ہے۔ سب سے پہلے حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ کا اِس سلسلے میں نقطۂ نظر ملاحظہ فرمائیں' لکھتے ہیں

''از جملۂ آدابِ زیارت است کہ رُوئے بجانبِ قبر و پشت بجانبِ قبلہ مقابلِ رُوئے میّت بایستد و سلام دہد مسح نکند قبر را بدست و بوسہ ندہد آں را و منحنی نشود و رُوئے بخاک نمالد کہ ایں عادتِ نصاریٰ است'' (انتہیٰ بقدرِ الضرورہ)

ترجمہ: زیارت کے آداب سے یہ ہے کہ زائر قبر کی طرف منہ اور قبلے کی طرف پیٹھ کر کے میّت کے منہ کے برابر کھڑا ہو جائے' اُسے سلام کہے' قبر کو ہاتھ سے نہ چُھوئے اور نہ اُسے بوسہ دے اور نہ قبر کے سامنے جُھکے اور نہ قبر کے سامنے اپنا منہ مٹّی پر

ملے ' کیوں کہ یہ نصرانیوں کا طریقہ ہے[1]۔

اب ہم یہاں حضرت پیر سید مہر علی شاہؒ کی اپنی تصنیف سے آپ کا نقطۂ نظر نقل کرتے ہیں' لکھتے ہیں'' پس اقربِ صواب آں می نماید کہ کسے ثقات ومقتدایاں تقبیلِ مزارات ہم نہ نمایدٗ تا کہ عوام کالانعام درورطۂ ضلال نیفتند' چہ بہ سببِ جہل فرق میانِ سجود و تقبیل کردن نمی توانند''۔ ترجمہ: پس (تحقیق بالا کے پیشِ نظر) بہتر یہی ہے کہ اربابِ علم اور قوم کے رہنماؤں میں سے کوئی شخص مزارات کا بوسہ نہ لے تا کہ (دیکھا دیکھی) بے علم اور بے دانش لوگ گمراہی کے بھنور میں نہ پڑ جائیں' کیوں کہ وہ جہالت کی وجہ سے بوسہ اور سجدہ میں تمیز نہیں کر سکتے[2]۔

علاوہ ازیں مولانا احمد رضا خان بریلویؒ نے بھی اِس سلسلے میں ممانعت ہی کے الفاظ لکھے ہیں۔ ہمارے علمائے اہلِ سنّت حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ کو شیخ علی الاطلاق کے الفاظ سے یاد کیا کرتے ہیں۔ لہٰذا تقبیلِ قبور کے سلسلے میں اِن حضرات کے نقطۂ نظر کا احترام بھی ضروری ہے۔ تاہم میرے نزدیک وہ معترضین جو بوسہ لینے پر شرک وضلالت کا فوراً فتوٰی داغ دیتے ہیں' اُن کو بھی اِتنی جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیئے کہ اگر کوئی فرطِ محبّت وعقیدت میں یہ عمل کر ہی گزرتا ہے تو وہ شرعاً مشرک و کافر قرار نہیں پاتا بلکہ اُن مفتیانِ شرک کو چاہیئے کہ وہ مناسب پیرائے میں شرعی مسائل کی تلقین وتفہیم کی ذمہ داری پوری فرمائیں۔ کیوں کہ کوئی کم سے کم عقل والا انسان بھی کسی

---

[1]: ملاحظہ ہو: اشعۃ اللّمعات فارسی' از شیخ عبدالحق دہلویؒ جلدِ اوّل' باب زیارۃ القبور ص 763' مطبوعہ لکھنؤ

[2]: ملاحظہ ہو: تحقیق الحق' از حضرت گولڑویؒ ' ص 105 طبعِ دومٗ دسمبر 1991 'مطبوعہ لاہور

مقبول سے مقبول ہستی کو وحدہٗ لا شریک لہٗ کے درجہ پر ہرگز فائز نہیں سمجھتا۔ البتّہ بے روک ٹوک ایسے اعمال کرنے سے اِن محض جائز اُمور کو بھی واجبات کے درجہ پر پہنچا دیا جاتا ہے' لہٰذا جو لوگ بوسے سے تجاوز کریں اُن پر سختی کی جائے اور جو لوگ صِرف بوسہ دیں اُنہیں شرعی احتیاط سے باخبر کیا جائے' مگر اتنی شدّت بھی نہ برتی جائے کہ اِن چھوٹی چھوٹی باتوں پر لوگوں کو کفر وشرک کے فتووں سے مجروح کر دیا جائے۔ اِس ناروا سختی کا انتہاء پسندانہ منظر دیکھنا ہو تو مدینۂ طیّبہ میں روضۂ رسول ﷺ پر یا جنّت البقیع میں متعیّن سرکاری گماشتوں کی کاروائیوں میں دیکھا جا سکتا ہے' جہاں کہیں کسی نیاز مند نے روضۂ مبارک کی جالی کو ہاتھ لگانا چاہا' اُنہوں نے فوراً شرک شرک کی رٹ لگانا شروع کر دی اور اگر روضۂ مبارک کی طرف مُنہ کر کے کسی نے دُعا مانگنا شروع کیا تو یہ پیکرِ غیظ وغضب بن جاتے ہیں' بلکہ زد وکوب کرنے سے بھی نہیں چُوکتے۔ حالانکہ مانگنے والا تو اللہ ہی سے مانگ رہا ہوتا ہے' اگر بارگاہِ رسالت مآبؐ میں پہنچ کر بھی وہ اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہوئے آپؐ کی طرف پیٹھ کر لے تو پھر جــــاؤكَ پر کیسے عمل ہوگا؟ اور اللہ تعالیٰ تو ویسے بھی سمت اور جہت کا محتاج نہیں۔ فاینما تولّوا فثمّ وجهُ اللّٰه اُسی کی شان ہے۔ پھر دُعا مانگنے کے لئے صرف کعبۂ مقدّسہ کی طرف مُنہ کرنے کی شرط لگانا جہالت نہیں تو کیا ہے۔ شیخِ محقّقؒ تو عام قبر پر آ کر بھی منہ قبر کی جانب کرنے کی تلقین کر رہے ہیں' روضۂ اقدس تو پھر بھی فخرِ کائناتؐ کی آرام گاہ ہے۔ میں اپنے ملنے والوں کو یہی کہا کرتا ہوں کہ بجائے اُلجھنے اور جھگڑا کرنے کے بہتر یہی ہے کہ ہاتھ نیچے کر کے حضور علیہ السّلام کی خدمتِ اقدس میں سلام پیش کر لیا کریں ع

وہ ہیں علیم و خبیر اُن کو کیا نہیں معلوم

ویسے بھی وہاں کی حاضری کا مدارِ قبولیّت زائر کی باطنی کیفیّات پر موقوف ہوتا ہے نہ کہ اعضائے ظاہری کی محض مؤدّبانہ ہیئت پر۔ مواجہہ شریف کے سامنے پہنچ کر جب مجھے ایک مشتاقِ زیارت کا ہاتھ جالی کے شرفِ لمس سے محروم نظر آیا تو میں نے وہاں تک نظر کی رسائی کو ہاتھ کے قائم مقام قرار دیتے ہوئے یوں عرض کیا تھا ۔

ممکن نہ تھا کہ روضۂ اقدس کو چھو سکے
آگے بڑھا دیا ہے نظر کو بنا کے ہاتھ

یا پھر میرے ایک سلام کا یہ شعر ۔

بھیڑ میں چوم لیں شاہؐ کی جالیاں
اے نظر! تیری ہمّت پہ لاکھوں سلام

پھر بھی یہ ساری گفتگو عقیدت ومحبّت کے پیرائے میں ہورہی ہے' ورنہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو معبود ومسجودِ برحق ہے' عبادت کے لائق صرف وہی ایک ذات ہے' باقی جس سے عقیدت ومحبّت ہوگی' اُسی مطلوبِ حقیقی کے تعلّق اور نسبت سے ہوگی۔ بہرحال پھر بھی محوّلہ بالا شخصیّات کے نقطہ ہائے نظر کا احترام کرتے ہوئے طریقۂ مسنونہ پر عمل پیرا ہونا چاہیئے' جس کا ذکر حضرت شیخ عبدالحق دہلویؒ کے اپنے الفاظ میں ابھی کیا گیا ہے اور یہی میرا موقف ہے۔

میں نے دورِ حاضر کے مختلف مسالک اور مختلف فیہ مسائل کے متعلّق اپنا مسلک وموقف بغیر ڈنڈی مارے پیش کر دیا ہے' اب اِس کے بعد میری اِس تحریر کو میرے مسلک وغیرہ کے سلسلے میں آخری اور فیصلہ کُن سمجھا جائے ۔

خود قصّۂ غم اپنا کوتاہ کیا میں نے
دُنیا نے بہت چاہا افسانہ بنا دینا
(علّامہ سیمابؔ)

قارئینِ کرام! اگر میں نے توحید' استعانت باللہ اور تعلّق باللہ جیسے اہم اُمور پر کچھ کہا یا لکّھا ہے تو میں نے یہ کوئی گناہ نہیں کیا' بلکہ قرآن وسنّت اور سلف صالحین کی تعلیمات کو پہلے خود اپنا کر پھر لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی ہے' جو ان شاء اللہ آئندہ بھی تاحیات جاری رہے گی۔ مگر حیرت اِس بات پر ہے کہ اشرف سیالوی صاحب اور اُن جیسے حضرات نے اِس پر ایک قیامت کھڑی کر دی۔ یہاں مجھے احمد فرازؔ کا ایک خوبصورت شعر یاد آرہا ہے ۔

یہی کہا تھا ' مری آنکھ دیکھ سکتی ہے
تو مجھ پہ ٹُوٹ پڑا ایک شہرِ نابینا

میرے جدِّ امجد حضرت بابوجیؒ کا یہ فیضانِ خاص تھا کہ میں نے بحمد اللہ اشرف سیالوی صاحب اور اُن جیسے نہ جانے کتنے تنگ نظر حضرات کے دِل میں اُٹھنے والے سوالات کا جوابِ شافی لکھ دیا ہے اور اِس کے لئے اِن شاء اللہ پھر بھی تیّار ہوں' لیکن اگر آج میرے پاس قرآن وسنّت اور اکابرِ وقت کا یہ علمی سرمایہ نہ ہوتا تو یار لوگوں نے

مُجھے اہلِ سنّت کے دائرۂ سَنِیّہ سے خارج قرار دے ہی دیا تھا۔

میرے دریا بُرد ہو جانے کا غُل تو مچ گیا
گہرے پانی سے تعارف تھا مِرا ' میں بچ گیا

مسئلۂ سماع اور میرا ذوق

ہمارے سلسلۂ چشتیہ نظامیہ میں بالخصوص سماع بالمزامیر کا رواج ہے، جسے اکثر سجّادہ نشین حضرات رسمی طور پر سنتے ہیں، اُنہیں نہ راگوں کا پتہ ہوتا ہے' نہ سُر کا اور نہ لے کا اور اکثر ماشاءاللہ اردو اور فارسی کے اساتذہ کا کلام سمجھنے سے بھی قاصر ہوتے ہیں، یہی حال اہلِ سنّت کے علماء وخطباء کا ہے' راگ رنگ کا ادراک تو بہت دور کی بات ہے اُنہیں آواز کے زیروبم اور سُر اور بے سُرا ہونے کا شعور تک نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک بار کسی خانقاہ میں محفلِ سماع منعقد تھی قوّال حضرات نے فارسی کے ایک حمدیہ شعر سے قوّالی کا آغاز کیا جو اصل میں تو یوں ہے۔

الٰہی عاصیم استغفرُاللّٰہ
توئی مقصودِ من الحمدُ للّٰہ

لیکن کم بخت قوّال نعمتِ علم سے محروم ہونے کے سبب اِس شعر کو یوں پڑھ گیا ع
نقلِ کُفر کُفر نباشد

الٰہی عاصیم الحمدُ للّٰہ
توئی مقصودِ من استغفرُاللّٰہ

شومئ قسمت کہ سجّادہ نشین صاحب بھی علم سے کورے تھے' قوّال کو ایسے کفریہ کلمہ بولنے پر ڈانٹنے کے بجائے خود حضرت بیل (ویل) دینے کے لئے اُٹھے خوش قسمتی سے ایک پڑھا لکھا مُرید قریب ہوکر بولا حضرت! یہ آپ کیا کررہے ہیں' قوّال کفر بک رہا ہے اور آپ اُسے بیل (پنجابی ویل) دینے والے ہیں تو حضرت کھسیانے ہوکر جلدی سے بیٹھ گئے' جب یہ حال سجّادہ نشین حضرات کا ہو تو مریدین کس کھاتے میں ہوں گے۔

حالانکہ حضور علیہ السّلام نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی خوش الحانی اور آپ کی خوش خوانی کا رشتہ مزامیرِ داؤد علیہ السّلام سے جوڑا ہے' اِس لئے یہ فقیر بحمداللہ بہ فیضانِ وارثِ لحنِ داؤدی طوطیِ ہند امیر خسروؒ دہلویؒ ۔

مفتخر از وے بہ غلامی منم
خواجہ نظامؒ است و نظامی منم

مزامیر کے ساتھ نہ صرف اکابر کے کلام کے سماع کا شائق ہے، بلکہ مبدءِ فیض کی کرم گستری کے طفیل حتّی المقدور اچھے اچھے نامور موسیقاروں اور لے کاروں کے پیش کردہ فن کو اُن کی مروّجہ اصطلاحات میں دادوتحسین بھی پیش کرتا ہے' مگر آج کی مروّجہ بے روح قوّالی سے بھی بیزار ہے۔ اگر کبھی کوئی ایسی مجلس میسّر آجائے تو پھر یہ فقیر آج بھی حضرت خواجہ عثمان مروندیؒ کے درجِ ذیل شعر کا مصداق بن جانے کی توفیق رکھتا ہے ۔

خوشا رندی کہ پامالش کنم صد پارسائی را
زہے تقویٰ کہ من با جُبّہ و دستار می رقصم

مندرجہ بالا سطور میں جو کچھ تحریر کیا گیا، کیا یہ اندازِ فکر کسی خالص چشتی نظامی

کاہو سکتا ہے، یا کسی اور مسلک والے کا۔

مِرے مسلک پہ وہ تنقید کی تکلیف کرتے ہیں
جنہیں یہ بھی نہیں معلوم نظریں ہیں کہاں میری

سماع کے متعلّق حضرت گولڑوی ؒ کا مسلک

سماع کے بارے میرے جدِّ امجد حضرت پیر مہر علی قدّس سرّہٗ کا نقطۂ نظر نہایت معتدلانہ ہے۔ آپ آداب وشرائط میں رہتے ہوئے اِسے مباح سمجھتے تھے، جو لوگ غلو سے کام لیتے ہوئے اِسے وصول الی اللہ کا ناگزیر زینہ تصوّر کرتے ہیں کہ اِس کے بغیر اللہ تعالیٰ تک رسائی ناممکن ہے ' وہ غلطی پر ہیں اور جو حضرات سرے سے اِسے حرام اور ناجائز قرار دیتے ہیں، وہ بھی خطا پر ہیں۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے ایک عظیم شیخ حضرت مجدّدِ الفِ ثانی ؒ جو قرآن وسنّت کے قدآور داعیوں میں شانِ امتیازی کے حامل تھے جب اُن سے اِس سلسلے میں دریافت کیا گیا تو ایک تاریخی اور جامع جملہ فرما کر امّتِ مسلمہ کو باہمی نزاع سے گریز کرنے کی تلقین فرمادی۔ آپ کا وہ مشہور فارسی جملہ یہ ہے کہ ''نہ انکاری کنم نہ ایں کار می کنم''، یعنی سماع کا نہ تو انکار کرتا ہوں اور نہ یہ کام کرتا ہوں۔

علاوہ ازیں موسیقی دوسرے فنون کی طرح ایک باقاعدہ فن ہے اور اسلام نے ہر فن کو ایک خاص دائرے میں رہتے ہوئے استعمال میں لانے سے منع نہیں کیا، دوسرے لفظوں میں اسلام کا دائرہ اِتنا تنگ نہیں ہے' جتنا کہ ایک مخصوص طبقہ نے کر دیا ہے' سماع کا جواز وعدمِ جواز ایک الگ تفصیل طلب موضوع ہے، فی الوقت ہم اِس کی تفصیلی بحث میں نہیں پڑنا چاہتے۔

ضرورت پڑی تو ان شاء اللہ ع

صحرا کی وسعتیں ہیں غزالوں کے سامنے

والا معاملہ ہوگا' مجھے معلوم ہے کہ بریلوی اور دیوبندی ہر دو مکاتبِ فکر اِس کی حرمت کے قائل ہیں اور ایسا کرنے والوں کو بدعتی اور نجانے کیا کیا کہتے ہیں' اگر اُن کے پاس اِس کے حرام ہونے پر دلائل ہیں تو ہمارے پاس اِس کے حلال اور جائز ہونے پر بھی دلائل ہیں۔ اب اگر دیوبندی' بریلوی یا کوئی اور مسلک اِس سلسلے میں ہمیں بدعتی کہے تو کہتا رہے۔ دائرۂ شرائط میں رہتے ہوئے ہمیں جہاں کوئی ایسی محفل میسّر آئے گی تو ہم ضرور سُنیں گے۔ مگر بات پھر وہی ہے کہ یہ سب کچھ ضروریاتِ دینیہ میں سے نہیں' جن حضرات کو سماع بالمزامیر سے زیادہ دیگر مشاغلِ علمیّہ میں لطف آتا ہو' اُن پر لازم ہے کہ وہ اُن میں سرگرمِ عمل رہیں' چاہے اُن کا تعلّق مدارس کے تدریسی عمل سے ہو تبلیغی مساعی سے ہو یا خطابت و وعظ سے' لیکن جو لوگ خاص شرائط میں رہتے ہوئے سماع کا اہتمام کرتے ہیں یا اِس کا شوق رکھتے ہیں' اُن پر بدعت وشرک کا فتویٰ لگانا بھی کوئی معقول بات نہیں' کیوں کہ مشائخ سلف کے ایک جمِّ غفیر کا سماع سے روحانی حظ اٹھانا مستند تاریخی حوالوں سے ثابت ہے' اُن کی ذواتِ مقدسّہ لامحالہ شریعتِ مطہّرہ کے احکام سے آگاہ تھیں' اگر شریعت میں سماع کے لئے حرمتِ مطلقہ یا ہر صورت میں عدمِ جواز کا کوئی حتمی فتویٰ موجود ہوتا تو صوفیائے سلف کا یہ پاک باز، عابد، پابندِ شرع اور ماہرِ علومِ عقلیّہ ونقلیّہ طبقہ نہ کبھی اِسکی اجازت دیتا اور نہ خود ایسے فعلِ حرام کا ارتکاب کرتا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی ؒ سے جب سماع کے بارے سوال ہوا تو آپ نے

سعدیِ شیرازؒ کا درجِ ذیل شعر پیش کیا تھا ؎

سماع اے برادر بگویم کہ چیست
مگر مستمع را بدانم کہ کیست

شعر کا مفہوم یہ ہے کہ اے بھائی! سماع کی حلّت وحرمت کے بارے فتوٰی بعد میں لگاؤں گا' پہلے یہ تو دیکھ لوں کہ سننے والا کون ہے۔ گویا سماع کی حرمت وحلّت سامعین کی نیّت اور اہلیّت پر موقوف ہے۔ اگر محض حظِّ نفس اور خواہشاتِ نفسانیہ، ریاکاری اور محض مجلس آرائی کے لئے اور فقط اپنی جلالتِ شان کا خاموش مظاہرہ کرنے کے لئے سُن رہا ہے تو یہ عمل ممنوع ہے اور اگر اِس میں روحانی حظّ اٹھانا اور رجوع الی اللہ کا عنصر بھی موجود ہے تو ایسا سماع عقلاً ونقلاً محلِّ طعن نہیں ہوسکتا۔

مشائخ وعلمائے عصر کے بارے میرا نقطۂ نظر

میرے خطابات سن کر عام مولوی حضرات یہ تاثّر قائم کرتے ہیں کہ میرے مخاطَب وہ ہوتے ہیں، اِسی طرح مختلف سلاسل سے تعلّق رکھنے والے پیر حضرات بھی یہ سمجھتے ہیں کہ میری تنقید کا نشانہ اُن کی ذات ہوتی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں' بلکہ میں علماء ومشائخ کا نیاز مند ہوں، کیوں کہ یہی دو طبقے قرآن وسنّت کی تعلیمات عوام تک پہچانے اور اُن کو اِن تعلیمات کا پابند کرنے میں خصوصی کردار ادا کرتے اور کرسکتے ہیں۔ لہٰذا اِن کے بارے کسی ہتک آمیز سلوک کا میں تصوّر بھی نہیں کرسکتا۔ کیوں کہ ایسے لوگ العلماءُ ورثة الانبیاء کی حدیثِ مبارک کا مصداق ہوتے ہیں۔ البتہ میری تنقید کا

نشانہ ایسے نام نہاد علماء ومشائخ ضرور ہیں، ہوسکتے اور ہوں گے' جو قرآنِ مجید کے نزدیک لیأکلون اموال الناسِ بالباطل کا مصداق ہیں، اگر آپ کتبِ سیرت وتفسیر کی دنیا میں جھانکیں تو آپ دیکھیں گے کہ ہر دور کے تاریخ نویس اور مفسّر ومحدّث نے اِن ہر دو طبقات پر تفصیلی بحث کی ہے اور اصلی ونقلی لوگوں کے درمیان خطِ امتیاز کھینچا ہے دورانِ تحریر مجھے مشہور محدّث ومفسّر بلکہ امیر المؤمنین فی الحدیث اور سرتاجِ اصفیاء حضرت عبداللہ ابنِ مبارکؒ کے ایک عربی قطعہ کا مفہوم ذہن میں آگیا، جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ حضرات علماء ومشائخ' امّتِ مسلمہ کے عروج وزوال کے ذمّہ دار ہیں' کیوں کہ یہ دونوں طبقے عوام کی عقیدت کا مرجع ہوتے ہیں، اب اِن پر موقوف ہے کہ آنے والوں کو وہ کیا تعلیم دیتے ہیں۔

جو مشائخ اپنے ذی وقار اسلاف کے طرزِ حیات، اُن کی دینی وملّی خدمات اور اُن کے تعلیم وتعلّم کے مشن کو خیر باد کہہ جائیں، اور صرف اُن کے نام پر عوام النّاس سے ہمہ قسمی خدمات حاصل کرلینے پر اکتفا کرلیں، ایسے لوگوں کے اندر اسلاف کی روح کو دوبارہ زندہ کرنے کی خاطر اگر کچھ کہہ دیا جائے تو یہ اُن کی توہین نہیں کہلاسکتی' لہٰذا اگر کہیں آج کی درگاہوں اور اُن کے سجّادہ نشین حضرات کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے کچھ کہہ دیا جائے تو اِسے مجموعی خطاب سمجھا جائے نہ کہ انفرادی یا شخصی۔ کیوں کہ راقم الحروف بھی تو اِسی ماحول میں پلا بڑھا ہے' اور وہ خود کو خامیوں سے ہرگز مبرّا نہیں سمجھتا۔ جیسا کہ حضرات مشائخ جانتے ہیں کہ آج ہمارا یہ خانقاہی نظام مخالفینِ تصوّف کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے، جسے وہ صفحۂ ہستی سے نابود کرنے پر تیّار ہیں، ایسے میں ہمیں چاہیئے کہ ہم ایک دوسرے پر ایسی مثبت تنقید کرکے خود کو اپنے

اسلافِ ذی وقار کی صفاتِ عالیہ کا بہت نہ سہی تو کسی حد تک آئینہ دار ضرور بنالیں۔ لہٰذا

یہ الگ بات کہ تنقید کی جرأت ہے ہمیں
ہمیں دشمن نہ سمجھ بیٹھے ، ہم آپ کے ہیں

اِسی طرح جو علمائے حق کتاب و سنّت کی تعلیمات کو عام کرنے اور اُن کے صحیح ابلاغ میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھتے اور کسی طاقت کے آگے نہیں جھکتے، فتویٰ نہیں بدلتے کسی سے مرعوب نہیں ہوتے، یہ ناچیز ایسے علماء وخطباء کا تہِ دل سے نہ صرف قدردان ہے بلکہ اُن کی زیارت کو اپنی بخشش کا سامان تصوّر کرتا ہے' دورانِ خطاب یا اپنی کسی تحریر میں اگر میں مولویوں یا مولوی کا لفظ بول کر تنقید کرتا ہوں تو اِس سے میری مراد سرِ فہرست بدعقیدہ مولوی اور دوسرے نمبر پر وہ مولوی ہوتے ہیں، جو محض دنیوی مفادات کی تحصیل کے لیے آئے دن اپنے قبلے بدلتے رہتے ہیں۔ بقولِ راقم۔

اِس کا کیا کہنا ہے' واعظ کے ٹھکانے ہیں بہت
یہ کسی مسجد میں جا بیٹھے گا' میخانے کے بعد

ایسے لوگ کسی کے نہیں ہوتے' اُن کا دین و مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اُن کا دین' روٹی اور مذہب' پیسہ ہوتا ہے' جب کہ اہلِ سنّت کے ایک ممتاز ترین اور غیور ترین عالمِ دین خود علم کے نقطۂ کمال پر فائز ہو کر علمائے حق کی پہچان یہ بتارہے ہیں کہ ع

میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

(فاضل بریلویؒ)

یہاں میں اپنی اِس بات پر کتاب وسنّت سے کچھ شواہد پیش کرنا چاہتا ہوں' جن کا ماحصل یہ ہے کہ خطاب اگرچہ عام ہو' مگر اُس میں مُستثنیات کا پہلو ہمیشہ موجود ہوتا ہے۔
جیسا کہ قرآنِ مجید میں شعراء کے متعلّق اللہ تعالیٰ نے وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الغَاوُن

فرما کر الّا الذین سے بعض لوگوں کو مستثنیٰ فرمادیا' اِسی طرح انّ الانسان لَفِی خُسرٍ میں اگرچہ الف لام استغراق کا ہے' جس میں بہ ظاہر تمام انسان داخل ہیں، مگر اس سے اگلی آیت میں الّا الّذین آمنوا فرما کر اُن لوگوں کو خسارے سے مستثنیٰ قرار دے دیا جو ایمان دار ہیں۔

کتبِ حدیث وتاریخ کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ آپؐ نے کچھ قبائلِ عرب سے انتہائی رضامندی ومحبت کا اظہار فرمایا' جیسے کہ قریش' جہینہ' مُزینہ' غِفار اور اشجع[1] اور کچھ قبائل کے متعلّق ناپسندیدگی کا اظہار بھی فرمایا جیسے کہ بنی ثقیف، بنی حنیفہ اور بنی اُمیہ[2] ،لیکن پسندیدہ قبائل میں کچھ افراد دشمنِ اسلام اور نہایت ناپسندیدہ بھی تھے جبکہ ناپسندیدہ قبائل میں کچھ افراد مخلص اور پسندیدہ بھی تھے' لہٰذا یہاں پسندیدگی وناپسندیدگی میں بھی خود بخود استثناء موجود ہے۔

اِسی طرح میں بھی دورانِ خطاب اگر کبھی درگاہوں کے مشائخ اور علماء وخطباء پر کچھ کہتا ہوں تو راست باز اور اہلِ علم مشائخ میرے اُس خطاب سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔
اِسی طرح وہ علماء وخطباء جو ہر حالت میں حق اور اہلِ حق کا ساتھ دیں، وہ میری تنقید وگرفت سے مبرّا ہوتے ہیں۔ بارگاہِ ایزدی میں التجا ہے کہ وہ مالک ومختارِ کُل مجھے ایسے برگزیدہ مشائخ اور علماء کا ہمیشہ نیاز مند رکھے اور اُن سے کسبِ فیض کی توفیق عطا فرمائے۔ بقولِ طوطیِ ہند حضرت امیر خسرو دہلویؒ۔

بہ ایں تر دامنی خُو کرد خسرو با دو چشمِ تر
بہ آبِ چشمِ پاکاں دامنش ہموارہ تر بادا

1: دیکھئے: صحیح بخاری شریف جلد اوّل ' ص 497' مطبوعہ بمبئی
2: دیکھئے: مشکوٰۃ شریف، باب مناقب قریش وذکر القبائل ص 550 مطبوعہ لاہور، سنِ طباعت 1326ھ

بصیر پوری کی بے بصری

بصیر پوری صاحب کی بے بصری دیدنی ہے کہ اُنہوں نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ''حکایتِ قدمِ غوث'' میں ''فوائد الفؤاد'' کے بے شمار حوالے درج کیے اور یہ بھی لکھا کہ یہ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کی مستند ترین اور جامعِ حالات کتاب ہے' بلکہ حوالہ لکھتے ہوئے اظہارِ ادب میں فوائد الفؤاد شریف کے الفاظ لکھے اِس سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کی نظر میں فوائد الفؤاد اور اُس کے مندرجات کا کتنا احترام ہے' لیکن اُن کی بے بصری کی انتہاء دیکھئے کہ وہ جس شخصیّت یعنی حضرت پیرانِ پیرؒ کی توہین اور کُھلی گستاخی پر کمربستہ ہیں فوائد الفؤاد کی مجلسِ اوّل ہی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ذکرِ پاک سے آراستہ کی گئی۔ مگر بصیر پوری صاحب کو یہ روایت نظر نہیں آئی اور نہ اُنہوں نے حضرت محبوبِ الٰہیؒ کی زبانی اِس روایت سے کچھ سبق سیکھا' چنانچہ فوائد الفؤاد شریف کی پہلی مجلس ہی میں پیرانِ پیرؒ کا ذکرِ خیر اِس بات کی کُھلی دلیل ہے کہ کبار مشائخِ چشت کس طرح اپنی مجالس و کتب کو حضرت پیرانِ پیرؒ کے ذکرِ خیر سے مُبارک و معطّر فرمایا کرتے تھے۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ ۔

کلّ العداوۃ قد ترجیٰ اماتتھا
الّا عداوۃ من عاداک من حسدٍ [1]

حوالہ ملاحظہ ہو۔ ''پھر مشائخِ کبار اور ابدال پر اُن کے ترقّی درجات کا ذکر آیا۔ زبانِ مبارک سے ارشاد ہوا کہ ایک شخص حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس اللہ سرّہ العزیز کی خانقاہ میں آیا۔ اُس نے کسی کو دیکھا کہ ہاتھ پیر ٹوٹے ہوئے اور خراب (حال) خانقاہ

[1] ترجمہ: دنیا کی ہر عداوت اور دشمنی کے ختم کیے جانے کا علاج ممکن ہے' مگر وہ عداوت ختم نہیں کی جاسکتی' جو محض حسد کی بنا پر ہو۔

کے دروازے پر آ پڑا ہے' یہ شخص شیخ کی خدمت میں گیا اور اُس دروازے پر پڑے ہوئے آدمی کا حال سُنا کر دعا کی درخواست کی۔ شیخؒ نے فرمایا: خاموش رہو! اِس نے بے ادبی کی ہے' اُس آنے والے نے پوچھا کہ اُس نے کیا بے ادبی کی ہے؟ شیخؒ نے فرمایا وہ ابدالوں میں سے ایک ہے۔ کل وہ لوگ اپنے دوسرے دو ساتھیوں کے ساتھ، اُس قوّتِ پرواز سے' جو ابدالوں کو حاصل ہے' ہوا میں اُڑ رہے تھے۔ جب خانقاہ پر پہنچے تو اُن کا ایک ساتھی تو خانقاہ سے ہٹ کر ادب سے داہنی طرف ہو کر گزر گیا' دُوسرا ساتھی بھی خانقاہ کی بائیں جانب سے نکل گیا' یہ چاہتا تھا کہ بے ادبی کے ساتھ خانقاہ کے اُوپر سے گزرے [1]۔

سلطانُ المشائخ حضرت محبوبِ الٰہیؒ کے اِس ملفوظ شریف کو بار بار پڑھیں اور پھر اپنے آپ کو چشتی نظامی کہلانے والے بے بصر بصیر پوری اور اُن کے مؤیّد و مصدّقِ اعظم مولوی اشرف سیالوی صاحب سوچیں کہ اگر مرتبۂ ابدالیّت پر فائز ایک بزرگ کو فقط اِتنی جسارت و بے ادبی پر کہ اُس نے اُڑتے ہوئے خانقاہِ غوثیہ کے اُوپر سے گزرنے کی کوشش کی' نیچے گرا کر اُس کے ہاتھ پاؤں توڑ ڈالے گئے' تو جن حضرات نے خود پیرانِ پیرؒ کے سَر پر سے گزرنے کی جسارت کی ہو اور اُن کے مقام و مرتبۂ خداداد کی نفی کرنے کی سعیِ نامشکور فرمائی ہو اور اُنہیں ایک مردود دوزخی سے تشبیہ دے کر اپنی بدباطنی اور ہزیاں سرائی کا ثبوت دیا ہو' کیا شاہبازِ لامکانی کا پنجۂ غیرت اپنی ایک جھپٹ سے اُن کی رعونت بھری گردنوں کو نہیں توڑے گا؟ ان شاء اللہ ضرور توڑے گا۔

فَانتَظِرُوا اِنّا مَعَکُم مِنَ المُنتَظِرِین ۔ اور بقولِ حضرت فاضل بریلویؒ ۔

الاماں قہر ہے اے غوث وہ تیکھا تیرا
مَر کے بھی چین سے سوتا نہیں مارا تیرا

[1] ملاحظہ ہو: فوائد الفؤاد ' ص 141' پہلی مجلس ترجمہ خواجہ حسن ثانی نظامی دہلوی

یہاں یہ نکتہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ فوائد الفؤاد کے مؤلف امیر حسن سجزیؒ نے حضرت پیرانِ پیرؒ سے متعلق روایت ذکر کرنے سے قبل مشائخِ کبار اور اُن کے لیے ترقیِ درجات کے الفاظ تحریر کیے۔ جو اِس امر کی واضح دلیل ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ کے مستند اور مقامِ قرب پر فائز مریدین کے نزدیک بھی حضرت پیرانِ پیرؒ کا شمار مشائخِ کبار میں تھا۔ اِس مناسبت سے بھی تفاوتِ مقامات کا یہ تقاضا ہے کہ پیرانِ پیرؒ کی ذات پر جن اکابر صوفیاء نے محبوبِ سبحانی کے الفاظ کا اطلاق کیا، وہ سبحان اور الٰہ کے لغوی و معنوی فرق سے بخوبی واقف تھے۔ بصیر پوری صاحب نے ولایت کے عمومی مفہوم کو لیکر مبتدی اور منتہی اربابِ ولایت کو جس غیر معقول انداز میں مساوی قرار دیا ہے' وہ روایت و درایت کے سراسر خلاف ہے' اگر اُن کی یہ منطق درست ہی تسلیم کر لی جائے تو پھر امیر حسن سجزیؒ کو یہ بات ہرگز زیب نہیں دیتی تھی کہ وہ اپنے اِس قدر جلیل الشّان شیخ کا ملفوظ نقل کرتے ہوئے مشائخِ سلف پر کبار کا لفظ لکھتے۔ مگر امیر حسن علیہ الرّحمۃ کو یہ حتمی طور پر معلوم تھا کہ اُن کے اور ہمارے شیخ حضرت سلطان المشائخؒ اپنے تمام اسلافِ ذی وقار کو بلند الفاظ میں یاد فرمایا کرتے تھے۔ ہاں امیر حسن سجزیؒ کی جگہ اگر بصیر پوری صاحب یا سیالوی صاحب جامعینِ ملفوظات میں ہوتے تو غوثِ پاکؒ سے اپنے اندرونی بغض وکینہ کی بنا پر حضرت محبوبِ الٰہیؒ کی زبانی حضرت غوثِ پاکؒ سے متعلق ملفوظ نقل کرتے وقت اُن کے لئے مشائخِ کبار کے الفاظ ہرگز نہ لکھتے۔ کیوں کہ ایسا لکھنے سے اُن کی موجودہ ذہنیت کے مطابق یہ ثابت ہوتا کہ اِس طرح حضرت محبوبِ الٰہی کی توہین ہوتی ہے کہ اُن کی موجودگی اور اُن کی غلامی کا دم بھرنے کے باوجود دوسروں کو اُن سے عظیم تر

ہونے کا اعزاز دیا جائے۔ واضح ہو کہ ایسا رذیل اندازِ فکر نہ حضرت سلطان المشائخؒ کا ہو سکتا ہے اور نہ اُن کے آغوشِ التفات میں تربیت پانے والے کسی مریدِ باصفا کا' بلکہ یہ لوگ تو علاّمہ اقبالؒ کے اِس شعرِ نغز کے آئینہ دار تھے ؎

چہ باید مرد را ' طبعے بلندے مشربے نابے
دلِ گرمے ' نگاہے پاک بینے ' جانِ بے تابے

تنبیہ نبیہ: مولنا اشرف سیالوی صاحب مندرجہ ذیل ملفوظ کو اسی تناظر میں دیکھیں اور پھر اپنی حالتِ زار پر بھی غور فرمائیں کہ وہ کیا کہتے ہیں اور اُن کے شیخ حضرت خواجہ محمد قمر الدّین سیالویؒ کیا فرماتے ہیں۔

۴ رجب المرجب ۱۳۹۱ھ کو آپ نے فرمایا شیخ صنعان بہت بڑا عابد زاہد ہوا ہے۔ یمن کے علاقہ سے بیت اللہ شریف میں آیا اور چالیس سال وہاں عبادت کی۔ لاکھوں آدمی اُس کے مرید ہوئے۔ اُسے خیال آیا اب چالیس سال بیت المقدس میں عبادت کرنا چاہیئے۔ اِس ارادہ سے چل دیا۔ اُس کے ساتھ لاکھ کے قریب مرید بھی ہو لئے۔ جہاں جاتا اپنے خورد ونوش کا انتظام ساتھ رکھتا سائباں لگا دیئے جاتے۔ رات گزار کر پھر روانہ ہوتا، راستہ میں ایک ایسی جگہ رات آ گئی' جہاں ایک عیسائی نوجوان لڑکی کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا، بس وہیں قیام کر لیا۔ دوسرے روز مریدوں نے کہا چلیں سفر کریں تو کہا میں اب پہنچ گیا ہوں، کہاں جانا ہے۔ اُس کی حالت دیکھ کر رفتہ رفتہ تمام مرید چلتے بنے، صرف چند خاص مرید اُس کے پاس رہ گئے، اِتنے میں عیسائی لڑکی کو بھی خبر ہو گئی کہ شیخ صنعان اُس پر عاشق ہے، لڑکی نے کہا کہ تو مسلمان ہے اور میں عیسائی، تیری رسائی

میرے کہنے پر نہ ہوگی۔ شیخ صنعان نے جواب دیا تو جو کہے گی وہی کروں گا۔ اُس نے کہا پھر یہ خنزیر چرایا کر، چنانچہ اُس کے خنزیر چراتا رہا۔ مریدوں میں ایک مرید بغداد شریف میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہنے لگا' ایک دن اُس عیسائی لڑکی نے صنعان کو کہا کہ آج قرآنِ مجید کو آگ لگا دے۔ جواب دیا تیرے کہنے پر کروں گا۔ بالآخر قرآنِ مجید کو جلانے کے لئے تیار ہوا تو غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغداد شریف ہی میں بیٹھے ہوئے حاضرینِ مجلس سے فرمایا آج کسی کا پیر پکّا کافر ہو رہا ہے تو شیخ صنعان کے مرید نے نہایت عاجزی سے گزارش کی' آپ کرم فرمادیں' اُس وقت غوثِ پاکؒ کے پاس وضو کے لئے پانی لایا گیا تھا۔ آپ نے چلّو بھر پانی کا چھینٹا مارا شیخ صنعان کے منہ پر جا لگا تو فوراً اس نے پڑھا لا الٰہ الا اللّٰہ مُحمّد رسول اللّٰہ اُس وقت شیخ صنعان کے پاس صرف ایک مرید رہ گیا تھا' جب کلمہ شریف پڑھا تو پہلا مقامِ قرب اور وہی منزلِ اعلیٰ نصیب ہوئی۔ تائب ہوا اور اُس مرید کو اپنے جیسا بنادیا[1]۔

شیخ الاسلامؒ کے اِس ملفوظ کو بار بار پڑھیں اور اِس سے اخذ شدہ مندرجہ ذیل نتائج پر بھی غور کریں۔

نتیجہ نمبر 1: حضرت خواجہ محمد قمرالدّین سیالوی علیہ الرّحمہ نے پیرانِ پیرؒ کے متعلّق حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ لکھ کر آپؒ کے اِس خصوصی اور مشہورِ زمانہ لقب کی تصدیق کر دی' جبکہ بصیر پوری صاحب اور سیالوی صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہوئے' یہ لقب تمام متقدمین ومتاخرین اولیائے کرام پر منطبق کرنے کی کوشش فرمائی۔

[1] ملاحظہ ہو: انوارِ قمریہ ' ص315' مطبوعہ لاہور سنِ طباعت 2002ء

نتیجہ نمبر 2: عوام تو عوام، خواص اولیاء بھی کسی لغزش کی وجہ سے حدِّ کفر تک پہنچ سکتے ہیں اور پھر وہاں سے واپس لانا ہر کہ ومہ کے بس کا روگ نہیں' بلکہ ایسا تصرّف کرنے کے لئے قوّتِ غوثیہ درکار ہے۔

نتیجہ نمبر 3: حضرت پیرانِ پیرؒ کے ایک چلّو بھر پانی کے چھینٹے نے شیخ صنعان کو کفر سے کھینچ کر دائرہ ایمان میں بھی واپس پہنچا دیا' بلکہ مقامِ قرب اور منزلِ اعلیٰ سے بھی ہم کنار فرما دیا' بصیر پوری صاحب اور سیالوی صاحب ہزار بار آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر یہ تحریر پڑھیں اور پھر اپنی کور بختی کا ماتم کریں کہ اُنہوں نے اُسی غوثِ پاکؒ کو دوزخی کے ساتھ تشبیہ دے کر اپنے آپ کو دوزخ کا مستحق ثابت کر دیا ہے۔ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ o

نتیجہ نمبر 4: شیخ صنعان کے جس مُرید نے نہایت عاجزی سے پیرانِ پیرؒ کی خدمت میں گزارش کر کے اپنے شیخ کا ایمان محفوظ کرایا' انوارِ قمریہ کے مُحشّی ومرتّب کی تحقیق کے مطابق وہ شیخ فریدالدّین عطّارؒ تھے۔ حضرت عطّارؒ اِس پایہ کے بزرگ ہیں کہ جن کے متعلّق عارف باللہ حضرت جلال الدّین رومی علیہ الرّحمہ فرماتے ہیں۔

ہفت شہرِ عشق را عطّارؒ گشت
ماہنوز اندر خمِ یک کوچہ ایم

(بحوالۂ ملفوظاتِ مہریہ ص46)

اور حضرتِ رُومیؒ کا تعارف تو علمی و رُوحانی دُنیا میں ع

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

کا مصداق ہے۔ حضرت جامی قدس سرّہ السّامی جیسے کئی اکابر اہلِ علم و عرفان کہہ اُٹھے ؎

مثنویّ مولویِ معنوی
ہست قرآں در زبانِ پہلوی

حضرت فریدالدّین عطّارؒ جیسے بزرگ جس جیلانی جگت شیخؒ کے قدموں میں بیٹھ کر اپنے پیر کا منصبِ ایمان و عرفان بحال کرائیں، اُسی شخصیّت کو مجنون، متکبّر، خودنگر اور ناقص ثابت کرنے والے بصیرپوری اور سیالوی صاحب اپنے ایمان کا فیصلہ خود کریں، میں تو یہی کہوں گا کہ ایسی حرکت دو قسم کی مخلوق کر سکتی ہے ؎

وہی بداصل کُتّا کاٹتا ہے اپنے مالک کو
جو پاگل ہو چکا ہو یا کہ پاگل ہونے والا ہو

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

الٰہ صفاتی نام ہے یا ذاتی

اِس موضوع پر میرے جدِّ امجد حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرّہٗ نے محقّقانہ کلام فرماتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ سبحان ذاتی اور اِلٰہ صفاتی نام ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (مکتوباتِ طیّباتِ مہریہ، ص 108 طبعِ دوم، مطبوعہ لاہور) آپؒ فرماتے ہیں ''رہا لفظِ سبحانی والٰہی سو مقامِ جذب و محبوبیّت سے جیسا تناسب کہ لفظِ سبحان کو ہے لفظِ الٰہ کو نہیں۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ: سبحان الذی اسرٰی بعبدہٖ لیلاً اور نہ لفظِ الٰہ ذاتِ بحت پر دال ہے، بلکہ سبحان رتبۂ ذات کا نام ہے'' (فتوحات و شرحِ فصوص ملاحظہ ہوں)

جب کہ ہمارے محترم صاحبزادہ غلام قطب الدین صاحب فریدی دامت برکاتہٗ نے حکایتِ قدمِ غوث پر پیش لفظ لکھتے ہوئے سبحان کو اسمِ صفاتی اور الٰہ کو ذاتی تحریر فرمایا جو غلط ہے۔ سب سے پہلی بات یہ کہ علمائے لغت و تفسیر کے نزدیک لفظِ اللہ اسمِ ذات ہے جو معرّف باللّام ہے۔ اِس سلسلے میں تفسیرِ بیضاوی، حاشیۂ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ، تفسیر روح المعانی، حاشیہ خفاجی علی البیضاوی، حاشیہ جُمل علی الجلالین اور لغت کی مشہور و متداول کتب دیکھی جا سکتی ہیں، جو بات صاحبزادہ صاحب نے کی ہے، یعنی الٰہ نکرہ کو اسمِ ذات کہنا یہ کوئی بھی ایسا شخص نہیں کر سکتا، جسے دنیائے علمِ تفسیر اور لغت سے ادنیٰ شناسائی ہو۔ ذات پر دلالت کرنے والا اسم تو اللہ ہے، جیسا کہ علّامہ تفتازانیؒ لفظِ اللہ کی تعریف میں لکھتے ہیں: ھو اسمٌ للذّات الواجب الوجود المستحقّ، لجمیع المحامد، یعنی یہ اُس ذات کے لئے اسم ہے، جو واجب الوجود تمام محامد و کمالات کی مستحق ہے[1]۔

---

[1] دیکھئے: مختصر المعانی، از علّامہ سعدالدّین تفتازانیؒ، ص 5، مطبع علیمی لاہور سنِ طباعت 1965ء

صاحبزادہ قطب فریدی صاحب نے وابستگانِ سلسلۂ قادریہ کے متعلق عجیب انکشاف فرمایا لکھتے ہیں ''سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے غلاموں کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ بلاامتیاز جمیع سلاسل کے بزرگان سے عقیدت و محبّت رکھتے ہیں اور اکثریّت خاص طور پر حضور غوثِ پاکؒ کی گیارہویں شریف بڑے اہتمام کے ساتھ کرتے ہیں' جبکہ سلسلۂ عالیہ قادریہ کے متوسّلین' سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے بزرگان کے عُرس اِس جذبے سے منانے کی سعادت سے محروم ہیں[1] ''

صاحبزادہ صاحب جانتے ہیں کہ مریدین' مشائخ کے تربیت یافتہ ہوتے ہیں اِسکا مطلب یہ ہوا کہ دراصل مشائخِ قادریہ مشائخِ چشت کا بلند الفاظ میں نہ ذکر کرتے ہیں اور نہ اُن کی یاد میں کوئی محفل منعقد فرماتے ہیں' اِس سلسلے میں اِتنی عرض کرتا چلوں کہ ہمارے ہاں درگاہِ غوثیہ مہریہ گولڑہ میں اکثر مشائخِ چشت کے ایامِ وصال پر ختم شریف کی محافل ہوتی ہیں' بلکہ اُن کا کلام بھی پڑھا جاتا ہے' بالخصوص خواجۂ بزرگ حضرت معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرّحمۃ کی چھٹی شریف کے موقع پر ختم شریف کی محفل منعقد ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ میرے جدِّ امجد حضرت گولڑویؒ کے دل میں حضرت خواجۂ اجمیرؒ کا کس قدر احترام اور محبّت وعقیدت تھی۔ وہ اُن کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں' لکھتے ہیں ''آں کاسر اصنامِ غیر و غیریّت' آں ناصبِ خیامِ وحدت واحدیّت' آں مرکزِ دائرۂ پرکارِ وجود' آں مہبطِ تجلّیات وانوارِ شہود' آں گوئے ازھمہ بُردہ درحق پرستی' آں قطبُ الوحدۃ خواجۂ خواجگاں معین الحق والدّین چشتیؒ[2] ''۔

1: ''حکایتِ قدمِ غوث'' ص 36

2: ملاحظہ ہو: مکتوباتِ طیباتِ مہریہ' ص107' مطبوعہ لاہور سن طباعت اکتوبر 1998ء

حالانکہ حضرت گولڑویؒ سلسلۂ چشتیہ میں سیال شریف بیعت ہونے سے بہت پہلے اپنے والدِ ماجد علیہ الرحمۃ کے ماموں حضرت پیر سیّد فضل الدین شاہ قادری المعروف بڑے پیر صاحبؒ کے دستِ مبارک پر سلسلۂ عالیہ قادریہ جدّیہ میں بیعت فرما چکے تھے۔ یعنی آپ چشتی نظامی سے پہلے نہ صرف قادری نسبت رکھتے تھے' بلکہ اِس سلسلہ میں بیعت کے مجاز بھی تھے۔

قرآنِ مجید زبان و بیان اور الفاظ و معانی کے اعتبار سے مرتبۂ اعجاز پر فائز ہے دنیا کا کوئی عظیم سے عظیم انسان بھی اِس مقام ومرتبہ کا کلام نہ لکھ سکتا ہے اور نہ بول سکتا ہے۔ قرآنِ مجید میں جہاں تعجب وحیرت کا بیان مقصود ہوتا ہے۔ وہاں لفظِ سبحان لایا جاتا ہے۔ اللہ تعالٰی سے بہتر الفاظ کا استعمال کون جانتا ہے۔ اگر واقعۂ معراج کے لئے الہٰ کا لفظ مطلوبہ معنٰی کا متحمل ہوتا تو سبحان الذی اسریٰ کے بجائے یہاں لفظِ الہٰ بھی استعمال کیا جاتا۔ مگر پورے قرآن میں آپ دیکھ لیں کہ جہاں بھی کسی عظیم تر مسئلہ یا معاملہ کا بیان مقصود ہوتا ہے' وہاں سبحان ہی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور علمائے کلام وعقائد کے نزدیک سُبحان وُہ اسم ہے' جس میں صفاتِ ثبوتیہ و سلبیہ ہر دونوں کا بیان ہے۔ جب عاشقانِ ذاتِ مصطفٰی کو زیارتِ چہرۂ پاک نصیب ہوتی ہے تو وہ بے ساختہ' سبحان اللہ ما اجملک کے الفاظ پکار اُٹھتے ہیں' حضرت گولڑویؒ کی اِس مشہورِ زمانہ نعت کے مقطع میں سبحان اللہ کے الفاظ سے مصرعہ کو اٹھایا گیا اور یقین جانیئے کہ صرف لفظِ سبحان کے برمحل استعمال کی بدولت یہ پورا شعر زبان و بیان' معانی والفاظ' عقیدت ومحبّت' دل پذیری اور اثر آفرینی کی معراجِ کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ ورنہ اِس کی جگہ اگر آج بھی کوئی

اور لفظ رکھ دیا جائے یا خود حضرت گولڑویؒ بھی رکھتے تو یقیناً اِسے وہ عروج بیان نصیب نہ ہوتا' جو آج اِسے حاصل ہے۔ صاحبزادہ قطب صاحب تو ماشاءاللہ خود بھی اچھا شعر کہہ لیتے ہیں' اُنہیں اِس سلسلے میں مجھ سے ضرور اتفاق ہوگا۔

ایک اور بات بھی عرض کرتا چلوں کہ محبوبِ سبحانیؒ اور محبوبِ الٰہیؒ ہر دو حضرات ایک ہی ذات کے محبوب ہیں' چوں کہ حضرت محبوبِ سبحانی کو تقدّمِ زمانی کے ساتھ تقدّمِ مقام بھی حاصل ہے' اس لئے جس شخص نے بھی حضرت نظام الدّین اولیاءؒ کے لئے محبوبِ الٰہی کا لقب تجویز کیا' اُسکے ذہن میں زمان و مقام کے تقدّم کا یہ پہلو بھی موجود تھا۔ ظاہر ہے کہ جس نے سلطان المشائخ کو محبوبِ الٰہی کا لقب دیا تھا' وہ مقاماتِ اولیاء سے بصیر پوری صاحب کی طرح بے بصر تو نہیں ہوگا اور اِسی طرح جس شخصیّت نے حضرت پیرانِ پیرؒ کے لئے محبوبِ سبحانی کا لقب بولا یا لکھا' وہ بھی معاذ اللہ کوئی خوشامدی' دنیا دار اور کاتمِ حق تو نہیں ہوگا' بلکہ سبحان کے لغوی اور اصطلاحی معانی سے باخبر ہونے کے ساتھ ساتھ اولیاء اللہ کے مراتب کا ادراک بھی رکھتا ہوگا' اِسکی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرت پیرانِ پیرؒ کے بعد آج تک دنیائے اسلام میں پیدا ہونے والے کسی بڑے سے بڑے زاہد' عابد' عالم' شیخ' قطبِ وقت اور محدّث و مفسّر تک نے اِس لقب کا انکار کرتے ہوئے یہ نہیں کہا کہ معاذ اللہ حضرت پیرانِ پیرؒ اس لقب کے اہل نہیں تھے۔ اُنہیں اُن کی شخصیّت سے زیادہ وزنی لقب دے دیا گیا' بلکہ اکابرِ چشتیہ میں سے ایک شیخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے اِس امر کی تصدیق فرمادی کہ محبوبِ سبحانی

کے لقبِ خاص کے مستحق بھی پیرانِ پیرؒ ہیں اور اعظمُ الثّانی کا جامہ آپ ہی کے قدِ زیبا کے لئے موزوں ہے' یعنی آپ کے علاوہ یہ جامہ کسی کی قامت پر درست ہی نہیں بیٹھتا۔ فرماتے ہیں۔

زبسم اللہ کنم آغازِ مدحِ شاہِ جیلانیؒ
کہ بر قدّش دُرست آمد لباسِ اعظمُ الثّانی

(مأخوذ از تحفۂ حنفیہ)

نوٹ: یہاں تک تو صاحبزادہ قطب صاحب کے علمی ذوق کو دیکھتے ہوئے یہ ماحضر پیش کیا گیا' اب میں سیالوی صاحب اور بے بصر بصیر پوری صاحب سے پوچھتا ہوں کہ غوثِ پاکؒ کی شان یہ بیچارے کیا جان سکتے ہیں' اُن کی شان بیان کرنے کے لئے تو ملائکۂ ارضی ہی نہیں بلکہ قُدسی' یعنی حاملینِ عرش چاہئیں۔ چنانچہ سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کے مشہور و مستند بزرگ حضرت شاہ نیاز بریلویؒ فرماتے ہیں۔

نیاز اندر جنابِ پاکِ اُو از قُدسیاں باید
کہ ناید جبرئیل از بہرِ کاروبارِ دربانی

یعنی حضرت پیرانِ پیرؒ کی بارگاہ عالی کے لائق یہ ہے کہ وہاں قدسی اپنی نیاز پیش کریں' اشرف سیالوی صاحب اور بصیر پوری جیسے علمائے ظواہر کے بس کا روگ نہیں' جو محض الفاظ کے آڑھتی ہیں۔ میں نے اس شعر کے مصرعۂ ثانی میں آید کی جگہ ناید اس لئے لکھ دیا کہ صحیح یہی ہے۔ جو لوگ آید پڑھتے ہیں وہ غلط ہیں' کیونکہ اس طرح حضرت جبرئیلؑ

کی توہین ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو شدیدُ القُوٰی فرمایا ہے اور پھر حضور علیہ السّلام کی ذاتِ عالیہ کے ساتھ اگر اِس شعر کی نسبت ہوتی تو پھر بھی آید کا لفظ چل جاتا' اگرچہ بعض اس پر بھی اعتراض کرتے ہیں' مگر ہماری تحقیق یہی ہے کہ حضور علیہ السّلام کی ذاتِ عالیہ کا چوں کہ معاملہ بالکل ہی الگ ہے' اس لئے جبریل علیہ السّلام کا آپ کی بارگاہ کا خادم کہلانا یا خدمت کرنا ضرور باعثِ شرف ہوگا۔ مگر چوں کہ حضور علیہ السّلام کے وصال کے بعد جبریل علیہ السّلام کا زمین پر آنا کتبِ معتبرہ سے ثابت نہیں اور پھر اولیائے امّت کی دربانی کو اُن کی ذات سے منسوب کرنا ایک ایسی معیوب بات ہے' جسے خود اولیائے امّت کبھی پسند نہیں کر سکتے' اس لئے خیالِ غالب یہی ہے کہ حضرت نیاز بریلویؒ نے آید کی جگہ ناید جبرئیل فرمایا ہوگا' ناقلین سے سہو کے سبب آید رواج پا گیا۔ علاوہ ازیں یہ کہ مصرعِ ثانی میں "کہ ناید" کا خود یہ تقاضا ہے کہ ماقبل مصرعہ میں آپ کی بارگاہ میں قدسیوں کے نیاز پیش کرنے کا ذکر آ گیا' لہٰذا اب دوسرے مصرعہ میں اُسی بات کا دہرانا تحصیلِ حاصل ہے۔ ناید کی صورت میں شعر کا مطلب یہ ہوا' چوں کہ اب حضور علیہ السّلام کے تشریف لے جانے کے بعد جبرئیل کسی کی دربانی کے امور سرانجام دینے دنیا میں نہیں آ سکتے' اس لیے اے نیاز بریلوی! بارگاہِ غوثیت تیری نیازمندی سے بے نیاز ہے' لہٰذا اُس بارگاہ میں تجھ سے اونچی ہستیوں کی نیاز درکار ہے' جبریلؑ کی نیازمندی چوں کہ انبیاء اور پھر سیّد الانبیاء سے مخصوص ہے' اِس لئے بارگاہِ غوثیت میں نیاز پیش کرنے کے لئے قدسی ملائکہ درکار ہیں' اِس تشریح سے مقامِ غوثیت بھی کھل کر سامنے آ جاتا ہے' کوئی اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا اور حضرت نیاز بریلویؒ کا مدعا بھی واضح ہو جاتا ہے۔

خیر یہ تو ایک درمیان میں آ جانے والی بات تھی۔ محبوبِ سبحانی اور محبوبِ الٰہی کو دنیا سے رخصت ہوئے صدیاں بیت گئیں' محترم سیالوی اور بصیر پوری صاحبان یہ فرمائیں کہ آپ اور آپ جیسے چند عاقبت نا اندیش حضرات کے علاوہ اِتنی صدیوں میں کسی مستند چشتی سہروردی نقشبندی یا پھر کسی قادری عالمِ دین یا شیخِ وقت نے ایسے اعتراضات وارد کیے ہیں' جو آج آپ کے حرائے ذہن میں نازل ہوئے۔ کیا سات' آٹھ سو سال میں وفات پانے والے لاکھوں' کروڑوں اولیاء وعلمائے امّت نے قدمِ غوثِ پاکؓ اور لفظِ محبوبِ الٰہی و محبوبِ سبحانی پر کوئی ایسا پوچ اور بے مغز تبصرہ کیا ہے' جیسا آپ نے پیش کیا۔ میرے خیال میں اکناف واطرافِ عالم میں پھیلا ہوا یہ کثیر التّعداد طبقہ جو لاکھوں اور کروڑوں پر مشتمل ہے' آپ اور آپ کے ہمنواؤں سے کہیں زیادہ علوم وفنون کا ماہر اور روشن ضمیر بھی تھا۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے محبوب ترین مرید امیر خسروؔ ہی کو لے لیجئے' اُنہوں نے اپنے کلام میں جا بجا محبوبِ الٰہی کے الفاظ باندھے ہیں' معلوم ہوا کہ یہ لفظ خود حضرت محبوبِ الٰہی کے حینِ حیات رواج پا گیا تھا' کیوں کہ حضرت امیر خسروؔ اپنے پیر ومرشد کے چند ماہ بعد وفات پا گئے تھے' آج تک جتنا کلام کتابوں میں اور قوّالوں کے سینوں میں صدیوں سے نسلاً بعد نسلٍ چلا آ رہا ہے' وہ ہمارے دعوٰی پر شاہدِ ناطق ہے۔ بطورِ مثال امیر خسروؔ کے چند اشعار یہاں ملاحظہ ہوں۔

موہے اپنے ہی رنگ میں رنگ دے
تُو تو صاحب میرو محبوبِ الٰہیؒ

☆☆☆☆☆☆

یا نظام الدّین محبوبِ الٰہ
جملہ محبوباں غلامِ رُوئے تو

☆☆☆☆☆☆

آج رنگ ہے اے ماں رنگ ہے ری
میرے محبوب کے گھر رنگ ہے ری

علاوہ ازیں لفظِ محبوبِ الٰہی کے استعمال کی اگر مزید سند مطلوب ہو تو کراچی میں موجود منظور نیازی قوّال کے خاندان سے دریافت فرمالیں' بقول اُن کے امیر خسؔرو کے ہاتھ کے لکھے ہوئے مخطوطے بھی اُن کے پاس موجود ہیں اور وہ خود کو امیر خسؔرو کے شاگرد خواجہ صامتؒ کی اولاد بتاتے ہیں' منشی رضی الدین جو اِس وقت اپنے خاندان کے عمر رسیدہ فرد ہیں اور امیر خسؔرو کے کلام کا سب سے زیادہ ذخیرہ اپنے پاس رکھتے ہیں امیر خسؔرو کے لفظِ محبوبِ الٰہی استعمال کرنے پر زیادہ سے زیادہ کلام پیش کر سکتے ہیں۔

اِس سے بڑی سند آپ کو اور کیا چاہیئے کہ حضرت سلطان المشائخ کے عہد اور اُن کی تربیت گاہ میں پلا ہوا ایک عظیم شاعر و صوفی اپنے کلام میں اُن کو اُن کے سامنے محبوبِ الٰہی کہہ رہا ہے' جسے کئی سال تک حضرت نظام الدین اولیاءؒ سنتے بھی رہے' مگر کبھی یہ نہیں فرمایا کہ مجھے محبوبِ الٰہی نہ کہو' کیونکہ یہ صفاتی نام ہے' کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ محبوبِ سبحانی کے الفاظ حضرت محبوبِ الٰہی کے سمعِ مبارک میں نہ پڑے ہوں گے۔

حضرت پیرانِ پیرؒ کا زمانہ حضرت محبوبِ الٰہی سے بہت پہلے کا ہے' یہ بھی ہم آپ کے دل میں اُٹھنے والے ایک موہوم سوال کے تحت مان لیتے ہیں کہ محبوبِ سبحانی کا لقب بہت بعد

کی ایجاد ہے' اولیائے عراق نے یہ لقب آپ کو نہیں دیا' بلکہ ہندوستان کے اولیاء میں سے کسی نے دیا ہوگا۔ چلیے یوں ہی سہی۔ یہ بات تو قرینِ حقیقت لگتی ہے کہ حضرت محبوبِ الٰہی نے حضرت غوثِ پاکؒ کا یہ لقب ضرور سنا ہوگا۔ اگر سنا ہے اور یقیناً سنا ہے تو پھر خود حضرت محبوبِ الٰہی نے یہ اعتراض کیوں نہیں فرمایا' جب کہ وہ بصیر پوری اور اُسکے ہمنواؤں سے کہیں زیادہ محبوبِ سبحانی اور محبوبِ الٰہی کے لغوی اور اصطلاحی معانی کو سمجھتے تھے۔ حضرت محبوبِ الٰہیؒ کی ساری حیاتِ طیّبہ کی خاموشی خود اِس پر گواہ ہے کہ اُن کو پیرانِ پیرؒ کے محبوبِ سبحانی ہونے پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ تھا' یہاں ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت محبوبِ الٰہی کے دورِ مقدّس سے پہلے اولیاءاللہ میں پیرانِ پیرؒ کے لئے محبوبِ سبحانیؒ کا لفظ رواج پا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت بہاء الدین ملتانیؒ جو حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے معاصر ہیں' اپنے ایک طویل قصیدے کے مقطع میں فرماتے ہیں۔

بہاء الدّین ملتانیؒ کند ہر دم ثنا خوانی
کہ تُو محبوبِ سبحانی و محی الدّین جیلانیؒ

اگر یہ لقب حضرت بہاء الدینؒ کے عہد میں رائج تھا' جیسا کہ آپ نے خود اپنے کلام کے مقطع میں باندھا ہے تو یہ کیسے تسلیم کرلیا جائے کہ حضرت محبوبِ الٰہیؒ کے گوشِ حق نیوش سے یہ لقب نہ گزرا ہو۔ نہ ماننے کا علاج تو پیغمبرانِ اولوالعزم کے پاس بھی نہ تھا' بصیر پوری صاحب اور اُن کے ہمنواؤں کو ہم جبراً منوانے سے تو رہے۔ اگر کہا جائے کہ جو کلام ہم نے یہاں سنداً پیش کیا اُسکا انتساب حتمی نہیں ہے پھر تو قبلہ آپ بھی جانتے

ہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے علاوہ کسی کا کلام چاہے منظوم ہو یا منثور حتمی نہیں ہو سکتا۔ حتّٰی کہ احادیثِ طیبّہ کو بھی سند کے اعتبار سے کئی اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے اور اُن سب کا درجہ ایک جیسا نہیں ہے تو کیا اِس کا مطلب یہ لیا جائے کہ ہم قرآنِ مجید کے علاوہ چودہ سو سال پر محیط اِس سارے تاریخی سرمایۂ نظم و نثر کو نذرِ آتش کر دیں؟ ع

براین عقل و دانش بباید گریست

بصیر پوری صاحب نے حضرت گولڑوی علیہ الرّحمۃ ایسے عالمِ ربّانی کی علمی و تحقیقی تحریر کی دھجّیاں اُڑانے کی کوشش کی' لیکن اسلوبِ بیان ایسا کہ پہلے یہ کہہ کر جان چھڑالی کہ یہ تحریر حضرت گولڑویؒ جیسے شخص کی نہیں ہو سکتی' بس پھر سوال و جواب کی صُورت میں آپؒ کی ایک ایک بات کو غلط اور باطل قرار دینے لگے اگر چہ میری اِس کتاب کا موضوع سیالوی صاحب کا جواب ہے نہ کہ بصیر پوری صاحب کا رد۔ لیکن بصیر پوری صاحب کو یہ ضرور بتاتا چلوں کہ عنقریب میں آپ کی اِس ناپاک تحریر کا الگ سے مفصّل جواب لکھوں گا' آپ نے شاید میرے جدِّ امجد کی تحریر کی تغلیط و تردید کر کے یہ سمجھا کہ اب گولڑہ میں کون ہے جو میرے دانت کھٹّے کرے گا' وہاں زیادہ سے زیادہ موروثی سجّادگی ہی کا سلسلہ ہو گا اور سجّادہ نشینوں کا اِن علمی میادِینِ بحث و تمحیص سے کیا تعلّق؟ لیکن میں بصیر پوری صاحب کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ نہ تو میں سجّادہ نشینی کا بھُوکا ہوں اور نہ میرے لئے یہ عُہدہ کوئی منزلِ مقصود ہے۔ بقولِ مرزا بیدلؔ ۔

بہ خیالِ چشم کہ می زند قدحِ جنوں دلِ تنگِ ما
کہ ہزار میکدہ می دود برکابِ گردشِ رنگِ ما

بلکہ اپنے عظیم جدِّ امجد کے خلاف اُٹھنے والے ہر قلم کو توڑنے کا حوصلہ بھی رکھتا ہوں۔ اگر اِس قلمی جہاد کے راستے میں سجّادہ نشینی رکاوٹ بننے لگی تو میں ایسی ہزاروں سجّادہ نشینیاں قربان کر کے اپنے عظیم آباء و اجداد کے علمی مقام کی نفی کرنے اور اُنہیں سطحیُ العلم ثابت کرنے والوں کو ان شاء اللہ مؤثّر جواب دُوں گا۔

میرے نزدیک جو سجّادہ نشینی حضرت پیرانِ پیرؒ اور حضرت پیر مہر علی شاہؒ کے گستاخوں کو دندان شکن جواب دینے میں رکاوٹ بنے' وہ سجّادہ نشینی نہیں' بلکہ عین بے غیرتی ہے۔ جس طرح قادیانیّت کے خلاف میرے جدِّ اعلیٰ حضرت گولڑوی علیہ الرّحمۃ نے قلمی و زبانی جہاد کرتے ہوئے معترضین کو جواب دیا تھا۔ ''ہم سے تو ایسی فقیری نہیں ہو سکتی کہ عقائدِ متواترہ اسلامیہ پر ایسے حملوں کے وقت خاموش بیٹھ کر تماشا دیکھا کریں اور ہم ایسے فقر سے بھی ہزار دِل سے بیزار ہیں' جو عین مداہنت اور بے غیرتی ہو۔ مرزا قادیانی سے مقابلہ کے وقت بھی بعض مہربانوں نے جو اخلاص کا معنٰی نہیں جانتے تھے اعتراض کیا کہ فقراء کا کام بحث مباحثہ نہیں' اُنہوں نے یہ نہ جانا کہ یہ جہاد اُس شخص کے ساتھ ہے' جس کے خیالاتِ فاسدہ کی تیغِ بے دریغ سے ملّتِ محمدیؐ برباد ہو رہی ہے[1]

میں بصیر پوری صاحب کے قائم کردہ ایک ایک اعتراض کا جواب دُوں گا اور بعونہٖ تعالیٰ اُن کے پیش کردہ دلائل کا تحقیقی آپریشن بھی ضرور پیش کروں گا۔

مری نظروں کی زد میں ہیں مخالف
کہاں بچ کر نکلتے جا رہے ہیں

---

[1]: ملفوظاتِ مہریہ' ص118' مطبوعہ گولڑہ شریف

بصیر پوری صاحب تھوڑا انتظار کریں۔ بس

وما یُدریك لعلّ السّاعة تكُونُ قريباًo

حضرت پیرانِ پیرؒ اور حضرت خواجۂ بزرگ اجمیریؒ کی منصبی ذمہ داریاں

مولوی احمد بصیر پوری صاحب نے پوری کتاب میں اِس بات کا تکرار جاری رکھا کہ ہمارے مشائخِ سلسلہ کسی سے کم نہیں' یعنی اُنہوں نے قارئین کو یہ بات باور کرانے کی کوشش کی کہ پیرانِ پیرؒ کو کوئی بھی ایسی امتیازی شان عطا نہیں ہوئی ' جس کی بنا پر ہم اپنے بزرگوں پر اُن کی فضیلت تسلیم کرلیں۔

قارئینِ گرامی قدر! ہم ہرگز بصیر پوری صاحب اور اُن کے ہم خیال طبقہ سے یہ مطالبہ نہیں کرتے کہ وہ پیرانِ پیرؒ کی فضیلت ضرور تسلیم کریں اور نہ ہم معاذ اللہ بزرگانِ چشت اہلِ بہشت کی شان گھٹانے اور اُن کا مرتبہ کم تر ثابت کرنے کی جسارت کر سکتے ہیں ' لیکن اِس حقیقت کا انکار بھی تو نہیں کیا جا سکتا کہ بارگاہِ قادر وقیّوم سے جو عزّت وشہرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حصّے میں آئی' وہ مشائخِ امت میں سے شاید ہی کسی اور کے حصّے میں آئی ہو۔

میری سمجھ اور مطالعاتی سرمایہ کے مطابق اس کا جو ایک خاص سبب ہے' وہ آپ کی بہ سلسلۂ توحید کی گئی مساعیِ جمیلہ ہیں۔ آپ نے جس اَن تھک محنت' پُر خلوص جدّ وجہد اور مضبوط ومستقیم لہجہ میں شِرک اور اہلِ شِرک کے خلاف تحریک چلائی اور اپنی تحریر وتقریر کے ذریعے لوگوں میں نُورِ توحید کی خیرات بانٹنے کا سلسلہ جاری رکھا' یہ سب

عزّت وشہرت اور عالمگیر مقبولیّت ومحبوبیّت اُسی محنت کا ثمرہ ہے۔ آپ تھوڑی دیر کے لئے آئینۂ قرآنی میں تاریخِ انبیاءؑ پر نگاہ ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے اِن مقدّس وممتاز بندوں میں بھی اُنہی شخصیّات کو خصوصی شہرت ولازوال مقبولیّتِ عامّہ نصیب ہوئی' جنہوں نے اثباتِ توحید وردِ شرک کے سلسلے میں مصائب وتکالیف اُٹھائیں' وقت کے فراعنہ ونمارِدہ سے برسرِ پیکار رہے' زمانے بھر کی عداوت وخصومت قبول کی قومی وعلاقائی رشتے چھوڑے' گھربار اور وطن کی جدائی برداشت کی اور ہمہ قسمی ذلّت آمیز سلوک خندہ پیشانی سے قبول کیا' مگر مسئلۂ توحید کے بیان میں کوئی لچک پیدا نہ کی۔ مشرکین سے نہ کوئی سمجھوتہ کیا اور نہ ہی اپنے موقف سے ہٹ جانے کے بارے کبھی سوچا۔ اُن پاک نہاد ہستیوں میں بالخصوص حضرت سیّدنا ابراھیم خلیل اللہ علیہ السّلام سرِفہرست ہیں۔

اِسی لئے اگرچہ تمام انبیائے کرام کا ذکرِ خیر قرآنِ مجید میں ہے' متعدّد رُسلِ عظام کا اِسمِ گرامی اور واقعات قرآنِ مجید میں موجود ہیں' جن کی روزانہ تلاوت ہوتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے حکماً فرمایا ہے کہ اِن مقدّس شخصیّات کا ذکرِ خیر کرو۔ مثلاً' واذكرُ فی الكتٰبِ مُوسىٰo واذ كُر فی الكتٰبِ ادريس اَو كما قالَ اللّٰه عزّوجلّ فی مقاماتٍ اُخرىٰ ' لیکن اِس اُمّتِ محمّدیہ کی عملی زندگی میں اور عباداتِ شب وروز میں جس پیغمبرِ ذیشان کے اعمال وافعال اور عادات وخصائل کی ہمیں چھاپ غالب نظر آتی ہے' وہ حضرتِ ابراھیم علیہ السّلام کی ذات ہے۔ نماز پڑھو تو کعبۂ ابراھیمی کی طرف مُنہ لازمی' نماز کی تکمیل درودِ ابراھیمی کے ساتھ متعلّق' حج کو جاؤ تو طوافِ کعبہ' نوافل کے لئے مقامِ ابراھیم' صفا ومروہ کے درمیان سعی' رمیِ جمار اور قربانی

اِسی عظیم پیغمبر کی یاد دِلاتی ہیں‘ حتّٰی کہ اِس اُمّتِ مبارکہ کو ملّتِ ابراھیمی ؑ کہا جاتا ہے تو بہ طورِ خاص یہ ساری شہرت اور تا قیامت بقائے ذکرِ ابراھیمی اُسی محنت وکوشش کا صلہ ہے جو آپ ؑ نے توحیدِ باری تعالیٰ کی اشاعت وتبلیغ کے سلسلے میں فرمائی تھی۔

اِسی طرح حضرت پیرانِ پیرؒ کو بھی اولیاء کی صف میں جو خصوصی مقام اور ممتاز حیثیّت حاصل ہے‘ وہ سب اِسی مسئلۂ توحید میں آپ کی مخلصانہ مساعی کا انعامِ جاودانی ہے۔ بقولِ راقم۔

حیاتِ جاودانی کیوں مُقدّر میں نہ ہو اُن کے
جو لافانی کا بندہ ہو وہ بن جاتا ہے لافانی

اِسی لیے قرآنِ حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے لئے ایک اچھوتا اور نرالا لقب بیان ہوا۔ ملاحظہ ہو باری تعالیٰ نے فرمایا! ’’اِنَّ ابراھیمَ کانَ اُمّتاً (الآیۃ)‘‘ یعنی بے شک ابراہیم ؑ پوری اُمّت تھا‘ یہاں کیا ہی لطف کی بات فرمائی گئی کہ حضرت ابراھیم ؑ باوجود اپنے ایک وجود کے پوری اُمّت کے قائم مقام تھے‘ گویا ایک پوری اُمّت اور جماعت مل کر جس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی ہمّت کر سکتی ہے‘ فقط ایک ابراھیم ؑ نے وہ کام مکمّل کر دکھایا‘ جس بھی طبقہ وشعبہ کے لوگوں سے مخاطب ہوئے‘ اُنھیں اُسی معیار اور انداز کے مطابق دلائل دیئے۔ عوام کو چاند، تاروں اور سورج کے غروب ہونے کا منظر دکھا کر لاجواب کر دیا کہ جو چیز اپنے وجود کو برقرار اور سلامت رکھنے کی اہلیّت نہ رکھتی ہو‘ وہ بھلا معبود ومسجود اور ربّ کس طرح ہو سکتی ہے۔ نیز بتوں کو توڑ کر قوم کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ جو اِس قدر مجبور وبے بس ہیں کہ اپنے آپ کو شکست وریخت سے محفوظ نہیں

رکھ سکتے‘ وہ اپنے پوجنے اور چاہنے والوں کے لیے کس طرح نافع وضارّ ہو سکتے ہیں؟ طبقۂ خواص پر احیاء واماتت کے اسرارِ سربستہ فاش کیے اور مدِّ مقابل کو طلوع وغروبِ آفتاب کے لئے مشرق ومغرب کی سمتیں بغیر کسی تغیّر وتبدّل کے مخصوص ومقیّد ہونے پر اپنے مُسکت دلائل سے یوں لاجواب کیا کہ فَبُہِتَ الَّذِی کَفَر اور ساتھ ہی یہ حجّت بھی قائم فرمائی کہ اِن تمام اجرامِ فلکیہ اور نظامِ کائنات کو کنٹرول فرمانے والا‘ وہ اللہ ہے جس نے ہر چیز کو ہر وقت اپنے ارادہ واختیار کے ساتھ سنبھال رکھا ہے۔ تو گویا ایک شخص کو پوری اُمّت کہہ کر اُستاد داغ دہلویؒ کے الفاظ میں یوں اعزاز دیا گیا۔

بھرے ہیں تجھ میں وہ لاکھوں ہنر اے مجمعِ خُوبی
ملاقاتی ترا گویا بھری محفل سے ملتا ہے

یہی رنگ اربابِ نظر اور اصحابِ معرفت کو حضرت سلطان المشائخ ؒ میں بہ الفاظِ نظام الدّین اولیاء اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ میں بہ الفاظِ پیرانِ پیر جلوہ گر نظر آتا ہے وہ بھی ایک شخص ہو کر اولیاء کے لقب سے ملقّب ہوئے‘ گویا اُن میں بھی کئی ولایتیں مجتمع تھیں اور حضرت شیخ ؒ بھی ایک پیر ہو کر پیرانِ پیر کے لقب سے پکارے گئے کہ یہ ایسے مجمعِ پیری اور مصدرِ پیری‘ کہ اِن کے ایک اشارۂ ابرو سے کئی پیریاں جنم لیتی ہیں بقولِ حضرت میرزا عبدالقادر بیدلؔ۔

تا قیامت در کفِ خاکے کہ نقشِ پائے اُوست
دل تپد‘ آئینہ بالد‘ گُل دمد‘ جاں بشگفد

اگرچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے بھی کفرستانِ ہند میں آ کر

شمعِ توحید روشن کی، مگر حضرت پیرانِ پیرؒ اور خواجۂ بزرگؒ کے مساعیِ جمیلہ اور طرزِ تبلیغ میں قدرے فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کا واسطہ اُس قوم سے پڑا، جو کافر و مشرک ہونے کی وجہ سے کورے برتن کی طرح تھی، نہ اُس میں علم، نہ قوتِ خصومت اور نہ ہی دلائلِ اختلاف کا سرمایہ کہ خواجہ صاحبؒ کو شدید قسم کی تنقید کا سامنا کرنا پڑتا البتہ اُن کی مادّی قوت کے مقابلے میں اپنی خداداد قوتِ کرامت کے ذریعے آپ نے اُنہیں زیر کرلیا اور پھر کلمۂ طیّبہ پڑھا کر اکثریّت کو دولتِ ایمان سے مالا مال بھی فرمایا، جبکہ مدینۃ العلوم بغداد میں بیٹھ کر چالیس سال تک مواعظ و خطبات کا سلسلہ جاری رکھنا انتہائی صبر آزما کام تھا۔ جہاں امام غزالیؒ جیسی شخصیّات خیراتِ علم لُٹا چکی ہوں قدم قدم پر بڑے بڑے مدارسِ علوم و فنون، جگہ جگہ مفسّرین، محدّثین، فقہاء، فُصحاء، بُلغاء، مناطقہ اور فلاسفہ کی بزم آرائیاں، گلی گلی قرأت و تجوید، فقہ و اصولِ فقہ، لغت و تقویم، ریاضی و ہندسہ، جبر و مقابلہ، عروض و قوافی، حروف و تکسیر، علمِ ہیئت و نجوم، فلسفہ و کلام اور معانی و بیان کے چرچے اور مذکورہ علوم و فنون میں ایسے ماہرین اور یکتائے روزگار اساتذہ کہ جن میں تنقید کا مادہ کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر گرفت کرنا اور برسرِ محفل بحث و تمحیص کے ذریعے کسی کو بے عزّت کر دینا، اُن کے نزدیک ایک کھیل تماشا تھا۔ کسی بڑی سے بڑی شخصیّت کی تحریر و تقریر بھی اُن کی تنقیدی گرفت سے محفوظ نہ رہ سکتی تھی۔ ایسے میں بلادِ عجم سے آیا ہوا ایک نو وارد شخص، یوں نمودار ہوا کہ عراق کے طُول و عرض میں تہلکہ مچ گیا۔ علمی محافل و زوایا میں شور برپا ہو گیا، فلسفہ و کلام کی گرم بازاریاں سرد پڑنے لگیں، مواعظ و خطبات کا سلسلہ شروع ہوا، بڑے بڑے جبالُ العلم

اور محدّثین و مفسّرین بہ نیّتِ تنقید محفل میں آئے، مگر اللہ کی شان کہ قائل ہو کر گئے۔ آپؒ نے چاروں مذاہب پر فتویٰ دینا شروع کیا، حتّٰی کہ کوئی استفتاء ایک رات سے زیادہ تشنۂ جواب نہ رہتا۔ فقہائے عرب و عجم نے آپ کے ہر فتویٰ کو بہ نگاہِ تنقید دیکھا، مگر سرِ تسلیم خم کیے بغیر کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ فقراء اور درویش لوگ ظاہری و باطنی آنکھ سے آپ کو کھنگالنے کے لئے آتے، مگر بیعت و استفادہ کی گزارش کئے بغیر واپس نہ جاتے۔ علوم و فنون کی دُنیا کے ماہرین و کاملین آپ پر تنقید کرنا یوں بھُولے کہ کوسوں دُور بیٹھے ہوئے بھی خائف رہتے کہ کہیں شیخ عبد القادرؒ کی نگاہِ دُور بین ہمیں نشانۂ تنقید بنا کر ہمارا علمی جنازہ ہی نہ نکال دے۔ آپؒ نے خلفائے وقت اور اربابِ اقتدار کو اپنی حق گوئی کی حدّت و تمازت سے پگھلا کر رکھ دیا تھا کہ وہ آپ کی عزّت و شہرت اور خداداد تمکنت و وقار کی وجہ سے ہمیشہ لرزہ براندام رہتے اور خود سلطانِ وقت ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو غوثِ پاکؒ کے سامنے بے دست و پا محسوس کرتے۔ آپؒ نے ہر طبقہ اور ہر شعبۂ علم و عمل کی اصلاح و تطہیر کی ذمّہ داری نبھائی، سب کو ٹوکا، ہر ایک کو روکا اور تمام ماہرین و کاملین کو اُن کی غلطیوں سے متنبہ کیا۔ کسی کو یہ ہمّت نہ ہوئی کہ آپ کی کوئی غلطی نکال سکے، بلکہ اپنی اپنی غلطیاں نکلوانے کے لئے جماعت در جماعت خلقِ خدا آتی۔ آپ ہر کسی کی کشتیِ تمنّا کو ساحلِ مراد سے آشنا فرما دیتے اور دیکھنے والے آپ کی محفل میں معقولیوں کے مشہور مقولے ''لا یصدر من الواحد فی الوقت الواحد الا الواحد'' کی دھجیاں بکھرتی دیکھتے چنانچہ آپ جامع مسجد بغداد میں سرِ منبر جب علی المرتضیٰؓ سے ورثے میں آئے ہوئے ظاہری و باطنی خزائنِ معارف لُٹانے پر آتے اور جس وقت غلافِ سکوت

سے اپنی تیغِ بیان نکالتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ ؎

بِچھ بِچھ گئیں صفوں پہ صفیں ' وہ جہاں چلی
چمکی تو اُس طرف ' اِدھر آئی ' وہاں چلی
دونوں طرف کی فوج پُکاری! کہاں چلی؟
اِس نے کہا ''یہاں'' وہ پُکارا! یہاں چلی

اُس وقت ملّتِ اسلامیہ جس اخلاقی' فکری اور روحانی انحطاط کا شکار تھی' اُس ماحول میں رہ کر تبلیغِ توحید اور ردِّ شرک کی ذمّہ داری نبھانا' حضرت پیرانِ پیرؒ ہی کا کام تھا' جو آپ نے نہایت خوش اسلوبی سے کر دکھایا اور یُوں کامیابی سے یہ ذمّہ داری نبھائی کہ پوری دنیائے اِسلام کی اکثریّت کو تسلیم کرنا پڑا' حتّٰی کہ مخالفینِ تصوّف کے سربراہ امام ابنِ تیمیہؒ بھی گردن جھکائے بغیر نہ رہ سکے' اُنہیں بھی ماننا پڑا کہ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چُنیں کنند

اِسی بات کو سمجھنے کے لئے ذرا اِس تناظر میں بھی دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرِ آخرالزّمانؐ کو بایں الفاظ دعوت وتبلیغ کا طریقہ تعلیم فرمایا۔ اُدعُ اِلٰی سبیل ربّكَ بالحکمة والموعظة الحسنةِ وجادِلهم بالتی هی أحسنُ (الاية):
ترجمہ: اپنے ربّ کے راستے کی طرف حکمت اور بہتر پند و موعظت کے ساتھ بلاؤ اور اُن سے بحث میں مناسب انداز اختیار کرو۔ لہٰذا آپؒ نے اِسی حکمت و ارشاد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے' ہمیشہ اپنے تبلیغی و تدریسی اور تقریری و تحریری مساعی جمیلہ میں اِنہی خطوط پر کام کیا۔ یہ بھی ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ معلّمِ انسانیت اور حکیمِ فطرت

جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کے مخاطب دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک مشرکینِ مکّہ دُوسرے اہلِ کتاب۔ مشرکین تو بالکل کورے' دلائل سے عاری اور معقولیّت سے محروم مخلوق تھے جبکہ اہلِ کتاب میں اَحبار اور بڑے بڑے علماء تھے' جو اپنے مذہب و دین پر بہت وزنی دلائل رکھنے کے دعویدار بھی تھے۔ آنحضرت ﷺ نے مشرکینِ مکّہ کو موٹی موٹی باتوں اور معجزات کے ساتھ اسلام کی طرف جُھکنے پر آمادہ کر لیا' لیکن اہلِ کتاب کو حقائق الاشیاءٔ الھیّات' آفاقیات اور عمرانیات کے ایسے مُحکم دلائل سے مخاطب فرمایا کہ اُن کے احبار اپنے علم کی زورقِ ناتواں کو آپؐ کے بحرِ علوم و معارف کے تلاطم کے سامنے بے بس محسوس کرنے لگے اور آخرِ کار اُن میں جو سلیم الفطرت لوگ تھے' وُہ اسلام کی صداقت اور محمدؐ عربی کی رسالت کے قائل ہو گئے۔

تبلیغ وارشادِ نبویؐ کے یہ دونوں رنگ حضرت پیرانِ پیرؒ اور حضرت خواجہ اجمیریؒ میں الگ الگ نظر آتے ہیں' حضرت اجمیریؒ نے مُشرکینِ مکّہ کی ذہنیّت والوں کو کمالِ حکمت سے مائل بہ اسلام فرمایا' جبکہ حضرت پیرانِ پیرؒ نے اَحبارِ یہود جیسے کٹ حُجّت ذہن رکھنے والے اور علوم وفنون اور فقر و تصوّف کے بڑے بڑے پہاڑ ہلا کر رکھ دیئے اُنہیں مجبوراً اپنے خول سے باہر آ کر آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا پڑا۔ ہم اِن دونوں بزرگوں کے نیاز مند ہیں اور اِن دونوں عظیم شخصیّات سے نسبت کو اپنے حق میں حصولِ سعادتِ دارین کا ذریعہ سمجھتے ہیں' بقولِ راقم الحروف ؎

زہے نصیب ' دو گونہ عُروج حاصل ہے
اِدھر مرے شہِ جیلاںؒ ' اُدھر غریب نوازؒ

حضرت پیرانِ پیرؒ کی آفاقی شہرت ومقبولیّت

اِس موضوع پر کچھ لکھنے سے قبل لسانُ الغیب حضرت حافظؔ شیرازیؒ کا ایک شعرِ نغز پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ شعر یہ ہے ؎

حسد چہ می بَری اے سُست نظم بر حافظؔ
قبولِ خاطر و لطفِ سخن خداداد است

اِس شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے کمزور اور بے جان شعر کہنے والے مُتشاعر! (جعلی شاعر) حافظؔ کی نظم اور اشعار کی قبولیّت وتاثیر پر حسد کیوں کرتا ہے' اِس لئے کہ دِلوں میں مقامِ قبولیّت حاصل کرنا اور بات چیت کا لطف وسلیقہ ایک خداداد نعمت ہے۔ یعنی یہ بھی انسان کے دُوسرے کمالاتِ فطریہ کی طرح ایک ایسی موہوبی نعمت ہے' جس کا کسب ومحنت سے بہت کم تعلّق ہے۔ وہّابِ حقیقی کے پیمانۂ جُود وعطا کا اندازِ اِفضال ہر شئی کے لئے الگ الگ ہوتا ہے' جیسا کہ قرآنِ حکیم میں یہ پُر حکمت وموعظت فرمان ہے۔

وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ ٥ ترجمہ: اور ہر چیز کا اُس کے یہاں اندازہ ہے[1]۔

یہ ارشادِ باری تعالیٰ بطنِ مادر میں انسان کے مراحلِ تخلیق سے لیکر اُسے استعدادِ فکر ونظر عطا ہونے تک جو مصالح وحِکَم کارفرما ہوتی ہیں' اُن سب کا مضمون اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ ثابت ہوُا کہ دُنیا میں سانس لینے والے عام انسانوں سے خواص اور پھر اُن سے اَخصُّ الخواص ممتاز کیے گئے۔ جس طرح یہ امتیاز وانتخاب علمی فکری اور فنّی استعداد

[1]: سورۃ الرّعد آیت نمبر 8

کے اعتبار سے ہوتا ہے' اُسی طرح رُوحانی مدارج ومراتب میں بھی ضرور موجود ہوتا ہے۔ چنانچہ صالحینِ اُمّت میں سے بعض کو اُس مقبولیّت وشہرت کے نقطۂ عروج پر فائز کیا گیا کہ جس پر اکثریّت فائز نہ ہوسکی ع

یہ اُس کی دین ہے جسے پروردگار دے

اِس سلسلے میں مجھے ایک واقعہ یاد آرہا ہے' جسے نذرِ قارئین کرنا چاہتا ہُوں۔ تین چار سال قبل اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مجھے ہندوستان جانے کا اتّفاق ہوُا۔ یوں تو دومرتبہ جانا ہوُا اور ہر مرتبہ کافی شہروں کے ویزے ملتے رہے' لیکن میرے سفر کا اہم مقصد بزرگانِ دین' علمائے کرام اور شعرائے ہند کے مزارات پر فاتحہ خوانی ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ انڈیا کے بہت سے مشہور شہروں کو خوب دیکھا اور ہر شہر میں مدفون صوفیاء' علماء' محدّثین اور شعراء کے مزارات پر فاتحہ پڑھنے کا موقع میسّر آیا۔

جب ہم گلبرگہ شریف سے حیدرآباد دکّن پہنچے تو حضرت شاہ خاموش علیہ الرّحمۃ کے سجّادہ نشین سیّد اکبر نظام الدّین صاحب مدّ ظلّہ العالی نے ایک پڑھے لکھے آدمی کو ہمارے ساتھ روانہ کردیا' تاکہ وہ ہمیں حیدرآباد میں موجود تمام درگاہوں کی زیارت کرائے اور تاریخی مقامات کی نشاندہی بھی کرے۔ ہم وہاں ایک بہت بڑے دارالعلوم کو دیکھ کر واپس آرہے تھے کہ ایک بستی سے ہمارا گزر ہوُا' جو گائیڈ ہمارے ساتھ تھے' مُجھے مخاطب کرکے کہنے لگے۔ صاحب! حیرت کی ایک بات سُنیئے' میں نے کہا فرمایئے: کہنے لگے یہ علاقہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ کس قدر گُنجان ہے' یہ ساری آبادی ہندوؤں کی ہے' میں نے کہا' پھر کیا ہوُا؟ کہنے لگے آپ سُنکر حیران ہوں گے کہ یہ سب کے سب ہر چاند مہینے کی

گیارہ تاریخ کو حضرت پیرانِ پیرؒ کی گیارھویں دیتے ہیں اور فرطِ ادب سے چاول کا ایک دانہ تک بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے اور نہ اِسے برداشت کرتے ہیں' بلکہ سب نہایت ادب کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں' یہ سُن کر مُجھے بھی سخت حیرت ہوئی کہ کسی غیر مسلم کا کسی مسلمان بزرگ کے مزار پر حاضری دے دینا تو سمجھ میں آتا ہے اور ایسا دیکھنے میں بھی آیا ہے' مگر کسی بزرگ سے عقیدت کا یہ عالم کہ اُسکے نام کا لنگر پکا کر غیر مسلموں کا ایک پورا علاقہ اُسے آپس میں یوں با ادب ہو کر تقسیم کرے اور کھائے یہ تو فضلِ ایزدی کا کوئی خصوصی اندازِ اظہار ہی معلوم ہوتا ہے' وہ جسے چاہے قبولیّتِ عامّہ اور عالمگیر عزّت عطا فرمادے۔ ذالک فضل اللّٰہ یوتیہِ مَن یّشاء۔

جب مُجھے واپس پاکستان آکر یہی بات ایک دُوسرے مسلک کے مولوی صاحب کے سامنے بیان کرنے کا اتّفاق ہوّا تو وہ اپنی مسلکی عادت کے مطابق انکاری لہجہ میں کہنے لگے۔ ارے حضرت! جو قوم اپنے ہاتھ سے گھڑے ہوئے بُتوں کے سامنے ماتھا رکھتی ہو اُن سے حاجات طلب کرتی ہو' کُفر کی رسوم بجالاتی ہو' اگر وہ یہ سلوک کسی انسان سے کر دے تو اس میں اِس قدر حیرت کی کیا بات ہے؟ میں نے اُن سے جواباً عرض کیا کہ بات کسی کافر قوم کی جاہلانہ اور مشرکانہ رسوم کی مذمّت یا تعریف کی نہیں ہو رہی' بلکہ اِس واقعہ سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ پیرانِ پیرؒ کی مقبولیّت کا عالَم دیکھئے کہ بُت پرست اور خالص مشرک قوم از خود اُن کے ساتھ کس قدر عزّت کا سلوک کر رہی ہے' جب کہ کسی کے کہنے پر وہ کبھی ایسا نہ کرتی۔ میں نے مزید کہا کہ حضرت پیرانِ پیرؒ کے اندازِ تبلیغ اور بیانِ توحید کی کوئی ایسی ادا مالکِ ارض و سما کو پسند آگئی کہ وہ خالص مشرکین سے

بھی آپ کی یوں عزّت کروا رہا ہے۔ بقولِ راقم ؎

بہر صورت وہ دل والوں سے دل کو چھین لیتے ہیں
مچل کر' مُسکرا کر' رُوٹھ کر' تن کر' خفا ہو کر

علاوہ ازیں حجازِ مقدّس اور دُوسرے کئی اسلامی ممالک میں جانے کا اتّفاق ہوّا۔ جب بھی کسی ذی علم انسان سے گفتگو ہوئی اور تصوّف و طریقت کا حوالہ سامنے آیا تو اُس نے سب سے پہلے حضرت پیرانِ پیرؒ اور توحیدِ خالص کے سلسلے میں نہ صرف آپ کی مساعیِ جمیلہ کا تذکرہ کیا' بلکہ آپ کے اُن مواعظ و خطبات کی عبارات کا حوالہ تک دیا جن میں آپ نے قرآن و سُنّت کی روشنی میں توحیدِ باری تعالیٰ اور اُس کے متعلّقات کا بالتّفصیل ذکر فرمایا۔ بصیر پوری اور سیالوی صاحبان نے تو پیرانِ پیرؒ اور مشائخِ چشت کا تقابل پیش کرتے ہوئے پیرانِ پیرؒ کی توہین و تذلیل کا ارتکاب کیا ہے' مگر میں معاذ اللہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔ میرے نزدیک خواجۂ بزرگ معین الحق والدّین عطائے رسول فی الھند حضرت سیّد معین الدّین حسن سجزی قدّس سرّہٗ اور دُوسرے تمام مشائخ چشت گلشنِ توحید و رسالت کے مہکتے ہوئے پھول ہیں اور سب کو رنگ و بُو کی نعمتِ لازوال سے نوازا گیا ہے۔ بقولِ عارفے ؎

بہارِ عالمِ حُسنش دل و جاں تازہ می دارد
برنگ اصحابِ صورت را بہ بُو اربابِ معنیٰ را

مگر بات صرف اِتنی ہے کہ اِن سب میں جیسے گُلِ سر سَبد (پھولوں سے بھری ہوئی ٹوکری میں سب سے اُوپر رکھا ہوّا بڑا پھول) ہونے کا درجہ عطا ہوّا' وہ

پیرانِ پیرؒ پیرِ دستگیر حضرت سیّد الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہی کی ذاتِ عالیہ کا ہے ۔ پیرانِ پیرؒ کی شان کو وہی تسلیم کر سکتا ہے' جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہِ بے نیازی میں کسی شانِ امتیازی سے مشرّف بھی فرمایا ہو۔ بے بصر بصیر پوری اور سیالوی صاحبان بے چارے میری طرح ولایت کی ابجد سے بھی نا واقف ہیں' ہماری نگاہِ کوتاہ بیں' بھلا غوثِ پاکؒ کی عرش دستگاہ رفعتوں کے بام کو کیوں کر چھو سکتی ہے کہ وہاں تو بڑے بڑے عُرفاء' مقامِ مخدع پر فائز اُس شخصیّت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ بقولِ راقم الحروف ۔

بہ چساں زخود مَنَشی رَسَم بہ حریمِ بزمِ جلالِ اُو
بہزار حیلۂ جُستجو بہ دَرے کہ پیکِ صبا رسد

اِس لئے ہم نے اگر غوثِ پاکؒ کی بلندیِ مقامات کا کچھ اندازہ لگانا ہے تو ہمیں اِس میدان کے شہسواروں کی طرف رجوع کرنا ہوگا کہ اِس پاک نہاد طبقہ نے حضرت پیرانِ پیرؒ کو اپنی پاک نگاہی سے سب اولیاء میں کس بلند ترین مقام پر جلوہ گر دیکھا ہے چنانچہ عربی فارسی اور دوسری زبانوں میں لکھی ہوئی اولیاء وصوفیائے کاملین کے مستند حالات وسیرت پر مشتمل کتابوں کے مطالعہ نے یہ حقیقت اظہر من الشمس کر دی کہ کائناتِ ولایت کے اِس جمِ غفیر میں پیرانِ پیرؒ کی ذات ایسے ہے' جیسے تاروں کے جُھرمٹ میں چاند ہو اور دنیا کے سارے اولیاء' اقطاب' افراد' اتقیا اور نجباء آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے بیٹھے ہوں' اور چشمِ فلک یہ روح پرور اور بے مثال منظر دیکھ کر عش عش کر اُٹھی ہو اور سروشِ غیبی درج ذیل شعر پڑھ رہا ہو ۔

ہزار مجمعِ خوبانِ ماہ رُو ہو گا
نگاہ جس پہ ٹھہر جائے گی وہ تُو ہو گا

بہر حال ہم نے اپنی اِس کتاب میں اُن مستند حوالوں اور اُن بلند نگاہوں کے

متّفق علیہ نقطہ ہائے نظر سے اربابِ نظر کو آگاہ کرنے کی پوری کوشش کی ہے' اگر ہماری اِس کوشش میں کچھ کمی رہ گئی ہو تو کتبِ سیرت کا مطالعہ ضرور کرتے رہیں' اگر آپ کی قسمت میں ہُوا تو ایک نہ ایک دِن پیرانِ پیرؒ کی کچھ نہ کچھ معرفت ضرور حاصل ہو جائے گی۔ بقولِ عُرفیؒ شیرازی ۔

مگو کہ رفتم و قسمت نبود دیدارش
کہ نا رسائیِ سالک' دلیلِ کم طلبی ست

اگر آپ اِس مقصدِ عظیم کو پا لینے کا پختہ ارادہ کر کے اِس سفرِ رُوحانی پر چل پڑے اور اگر منزلِ مقصود تک پہنچنے سے پہلے پیکِ اجل آ پہنچا تو بھی کچھ غم نہ کیجئے کہ

وَمَن یخرُج مِن بیتِہٖ مُہا جراً اِلَی اللہِ و رسُولِہٖ ثمّ یُدرِکہُ المَوتُ فقَد وَ قعَ اَجرُ ہٗ علَی اللہِ وکَانَ اللّٰہُ غفورًا رّحیمًا۵

ترجمہ: اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ اور اُس کے رسول کی طرف' پھر آجائے اُسے موت' تو مقرّر ہو چکا اُسکا ثواب اللہ کے ہاں اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

لیکن پیرانِ پیرؒ ایسی مقبولِ بارگاہِ یزدانی شخصیّت کی معرفت ومحبّت حاصل کرنے کی مخلصانہ کوشش بھی اپنے بس کا روگ نہیں' بلکہ بقولِ جگرؔ مرادآبادیؒ ۔

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبّت عام تو ہے' عرفانِ محبّت عام نہیں

لہ: سورۃ النساء' آیت نمبر 100

مخلصانہ نسبت کے تقاضے

اِس امر کا اظہار نہایت افسوس کے ساتھ کرنا پڑ رہا ہے کہ دُنیوی رشتوں میں تو آج اخلاص اور محبّت کا فقدان ہے ہی' مگر دینی اور رُوحانی نسبتوں میں بھی اخلاص نام کی کوئی چیز باقی نہ رہی۔ ہم اپنے آپ کو اہلِ سنّت اور بزرگانِ دین کا نیاز مند کہلوانے والے آج تک یہی دعوٰی کرتے آئے ہیں کہ پیرومُرشد کیونکہ وسیلۂ قربِ خدا ورسولؐ ہے' اِسی لئے ہمارا سب کچھ تن، من، دھن اپنے پیرومُرشد کے نام پر قربان ہے۔ بلکہ حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی قدّس سرّہ العزیز کیونکہ تمام سلاسلِ طریقت میں ممتاز اور مسلّمہ شخصیّت ہیں' اِسی لئے ہر سُنّی غوثِ پاکؓ کا غلام کہلوانا اور گیارھویں شریف بڑے اہتمام و عقیدت سے منانا' اپنے مسلک کی پہچان تصوّر کرتا ہے' بالخصوص ہمارے گولڑہ شریف کے وابستگان و متعلّقین کو تو یہ سبق تقریر و تحریر، وعظ و قوّالی اور تلقینِ وظائف میں بھی دیا جاتا ہے کہ تم اور تمہارا سب کچھ غوثِ پاکؓ ہی کا ہے' لیکن زمانے نے یہ حیرت ناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آج سے چار پانچ سال قبل بصیر پور کے ایک نام نہاد عالم و محقّق اور نوزائیدہ پیر مولوی احمد بصیر پوری صاحب نے حضرت پیرانِ پیرؓ کے خلاف ایک کتاب لکھّی، کتاب کیا تھی ہفوات کا مجموعہ، تحریفات اور بکواسات کا پلندہ تھا جس میں اُس نام نہاد مصنّف نے حضرت پیرانِ پیرؓ کے ارشاد قدمی ھذہٖ علیٰ رقبة کلّ ولیّ اللّٰہ کو نشانۂ تنقید بناتے ہوئے آپ کے خداداد ہر مقام و مرتبہ کی نفی کر ڈالی اُنہیں درجۂ ولایت میں نیچے سے نیچے لانے کی ناپاک کوشش میں آپ کو خود پسند' متکبّر' ہوائے نفسانی کا شکار، فاتر العقل، مغلوبُ الحال' بلکہ مجنون تک لکھ دیا اور پھر اُس کی اِن

تمام ہرزہ سرائیوں پر ایک نامی گرامی مناظرِ اسلام شیخ الحدیث علاّمہ محمد اشرف سیالوی صاحب نے تقریظ لکھ کر اپنے زعم میں اِسے اہلِ سنّت کی ایک بہت بڑی خدمت قرار دیا جس طرح مشائخِ وقت اپنے کارنامے اور سوانح حیات محفوظ و مرتّب کرانے کا اہتمام فرماتے ہیں اور اپنے زمانہ ماضی قریب کے بزرگوں پر وارد ہونے والے تمام اعتراضات کا مُسکت جواب دینا' دلوانا ایک مذہبی و رُوحانی فریضہ سمجھتے ہیں' بلکہ اپنے متعلّقین علمائے کرام اور اربابِ قلم سے حکماً ایسا کرواتے ہیں' کیا اُن پر یہ فریضہ عائد نہیں ہوتا کہ وُہ اِس عظیم دینی، علمی اور رُوحانی شخصیّت پر کئے جانے والے اُن تمام بے سروپا اعتراضات کا جواب لکھنے کے لئے کسی اپنے اہلِ علم مُرید کو حُکم دیں کہ وہ اِس عظیم شیخ کے دُشمنوں کا ناطقہ بند کرنے کے لئے اپنا قلم اُٹھائے اور دُشمنانِ بدطینت کی تمام یاوہ گوئیوں کے تار و پود بکھیر کر رکھ دے۔ کیا مشائخ دورِ حاضر اور اِن کے باپ دادا کی عزّت حضرت پیرانِ پیرؓ کی عزّت و عظمت سے بڑھ کر ہے؟ جس مرکزِ ولایت و طریقت' قُطبِ عالَم و غوثِ اعظم کی نسبتِ غلامی کے طفیل اِن کی عزّتیں برقرار ہیں بلکہ اِن کی گدّیاں اور مسندیں پیرانِ پیرؓ کی نسبت کی بیساکھیوں کے سہارے چل رہی ہیں۔ اگر یہ بیساکھیاں اِن کی بغلوں سے کھینچ لی جائیں تو عزّت و وقار اور شہرت و دولت کا یہ نیم مردہ لاشہ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ کی طرح ابھی زمین پر آ رہے۔ مگر اُسی شیخ کبیرؓ کی عزّت کے اہم ترین مسئلہ پر آج اِن کے اِس سکوت کو کیا نام دیا جائے؟ کیا یہ سہل انگاری ہے مصلحت کوشی ہے یا پھر احسان فراموشی ہے۔

کچھ تو بتائیے کہ جو مُضمَر بہ جَوف ہے
غفلت ہے' مصلحت ہے کہ دشمن کا خوف ہے؟

مگر بارگاہِ غوثیہ کے کسی نیاز مند، وابستۂ سلسلہ مدّعیِ غلامی، عالم یا شیخ کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ اِس بے باک اور گستاخ مُلّا کو دندان شکن جواب دیتا، بلکہ مشائخِ گولڑہ جو رات دِن غلامیِ غوثِ پاکؒ کا وِردِ زبان پر جاری رکھتے ہیں، اپنا سب کچھ غوثِ پاکؒ کی مِلک سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو محض خادمِ لنگرِ غوثیہ کہلوانے میں فخر محسوس کرتے ہیں، اُنہوں نے بھی اس سلسلے میں کوئی تحرّک نہ کیا اور نہ اپنے کسی متعلّقہ مولوی کو حُکم دیا کہ ع

کرتا کوئی اِس بندۂ گستاخ کا مُنہ بند

حالانکہ حضرت پیرانِ پیرؒ کے ساتھ نیاز مندی اور عقیدت کا عین تقاضا تھا کہ وہ اپنے ہزاروں مُریدین علمائے کرام میں سے کسی کو حُکم دے کر گستاخانِ غوثِ پاکؒ کے خلاف کتاب لکھواتے، اشتہارات، پوسٹر اور بینرز چھپوا کر اِن گستاخوں کا گولڑہ شریف میں داخلہ ممنوع قرار دیتے، جیسا کہ اِس سے پہلے نکاحِ سیّدہ کے مسئلہ میں وہ یہ تمام سعادتیں میری مخالفت میں حاصل کر چکے ہیں، لیکن یہ سب کچھ اِس مسئلہ میں نہ کیا، بلکہ میرے ایک رسالہ کو بہانہ بناتے ہوئے، جب مولوی اشرف سیالوی صاحب نے ایک بے سروپا کتاب لکھ ماری تو اُس کو اِن مہربانوں نے سر آنکھوں پر رکھ لیا، اپنے کتب خانوں پر اُسے فروخت کرنا دین کی بڑی خدمت سمجھا، بلکہ نجی محافل میں کتاب اور اُس کے مصنّف کو خراجِ تحسین پیش کرنا روز کا وظیفہ بنا لیا۔ جلد بازی میں یہ نہ سوچا کہ یہ وہی مولوی اشرف سیالوی صاحب ہیں، جنہوں نے غوثِ پاکؒ کی کُھلم کُھلا گستاخی میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا ہے۔ بلکہ عظمت و رفعتِ غوثِ پاکؒ میں ہمارے جدِّ اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے جو دلائل لکھے، اُن کا مذاق اُڑانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی اور اپنی طرف سے

رہی سہی کسر پوری کرتے ہوئے حضرت پیرانِ پیرؒ کو ایک دوزخی شخص سے تشبیہ و تمثیل دیتے ہوئے اُن کے ارشادِ عالی ''قدمي هذه'' کا دل کھول کر مذاق اُڑایا۔

لیکن ع

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی ست

کے مصداق اللہ نے اگر یہ جرأت و ہمّت عطا فرمائی تو ہمارے محترم مولانا ممتاز احمد چشتی مدرّسِ انوارُ العلوم ملتان کو، کہ اُنہوں نے غوثِ پاکؒ کا سچّا غلام ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے بصیر پوری اور سیالوی صاحب کی گستاخیوں اور علمی خیانتوں کو نہ صرف بے نقاب کیا، بلکہ فاضلانہ اور محقّقانہ اندازِ بیان میں تاریخ و تصوّف اور کتاب و سنّت کے ناقابلِ تردید دلائل سے ایک ضخیم کتاب کی صُورت میں علمی سرمایہ فراہم کیا، اللہ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اُنہیں والیِ بغداد کا صدقہ دین و دُنیا کی تمام بھلائیوں سے مالا مال فرمائے، اُنہوں نے مدّعیانِ غلامیِ غوثِ پاکؒ اور نیاز مندانِ بارگاہِ غوثیہ کی اِس بھیڑ میں سے نکل کر یہ جواب کیا دیا کہ شیخ سعدیؒ کے بقول بہت سُوں کو بتا دیا۔

آں شنیدی کہ لاغرے دانا
گفت بارے بہ ابلہِ فربہ
اسپ تازی اگر ضعیف بود
ہمچناں از طویلۂ خر بہ

یہ عقیدت ہے یا عداوت

درگاہِ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف کا دُنیا بھر میں تعارف حضرت پیر مہر علی شاہ قدّس سرّہٗ کے حوالے سے ہے‘ جن کی علمی و روحانی صلاحیتوں اور عظمتوں نے اپنوں اور بیگانوں سے خراجِ تحسین وصول کیا۔ لیکن حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ اپنی اِس ساری عزّت وشہرت کا سبب تادمِ حیات یہی بیان فرماتے رہے کہ ؏

کرم کیتا غوثِ اعظمؒ اپنے سِر دیاں والیاں

اِسی لئے آپ نے اپنے اکلوتے فرزند کا نام غلام محی الدّین رکھا‘ جنہیں آج پوری دُنیا محبّت واُلفت کی وجہ سے بابوجیؒ کہتی ہے‘ میرے جدِّ امجد حضرت بابوجی علیہ الرّحمۃ پوری زندگی غلامِ غوثِ اعظم کہلواتے رہے اور آپ نے اپنی ہر چیز کو حضرت پیرانِ پیرؒ کی ملکیّت قرار دیتے ہوئے لنگرِ غوثیہ کا نام دیا۔ گولڑہ شریف آنے والوں کو غوثِ پاکؒ کا مہمان اور اپنے آپ کو اُن کا خادم کہلوانے میں فخر محسوس کیا‘ بلکہ اپنی ساری اولاد کو بالعموم اور اپنے ہر دو فرزندان (سیّد غلام معین الدّین شاہ علیہ الرّحمۃ اور سیّد شاہ عبدالحق صاحب مدّ ظلّہٗ) کو بالخصوص اِس نسبت پر مرمٹنے کی تلقین فرماتے رہے۔

اِسی لیے حضرت بابوجیؒ کے جملہ مُریدین ومتعلّقین میں سے ایک مہر غلام دستگیر لک بھی ہیں‘ جن کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اُن کے دُنیائے آب و گِل میں ورود کا سبب حضرت قبلہ بابوجی علیہ الرّحمہ کی وہ دُعائے خاص ہے‘ جو آپ نے مہر صاحب کے والدِ ماجد مہر جہان خان لک مرحوم کی گزارش پر بطورِ خاص فرمائی تھی اور اُسی دعائے مستجاب کے نتیجے میں باوجود کبرسنی کے بھی اللہ تعالیٰ نے مہر جہان خان لک مرحوم کو بیٹا عطا فرمایا

جس کا نام میرے جدِّ امجد نے غلام دستگیر رکھا۔ چنانچہ مہر صاحب کو حضرت غوثِ پاک پیرانِ پیرؒ کی ذاتِ گرامی سے کئی نسبتیں حاصل ہیں۔

لیکن افسوس صد افسوس کہ اُنہوں نے اِن تمام روحانی نسبتوں اور ایمانی تعلّقات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے‘ آج کل ایک ایسے مولوی صاحب کو اپنے ہاں پناہ دی ہوئی ہے بلکہ اُن کی ہمہ قسمی کفالت ومعاونت کا بیڑا اُٹھایا ہوا ہے‘ جنہوں نے حضرت پیرانِ پیرؒ کی گستاخی کو دین کی بہت بڑی خدمت قرار دیتے ہوئے آپؒ کو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلنے والے ایک فاسق و فاجر دوزخی شخص سے تشبیہ دے ڈالی اور اِس پر نادم ہونے کے بجائے اِسے کتاب میں برملا شائع کرایا اور اِس پر مستزاد یہ کہ موصوف نے اپنی کتاب ''ازالۃ الرّیب'' میں ارشاداتِ غوثِ پاک کو کلامِ باطل نظام کہہ کر تمسخر بھی اڑایا۔

لیکن مہر غلام دستگیر نے اِن گستاخ مولوی اشرف سیالوی صاحب سے باز پُرس کرنے کے بجائے اُن پر ابرِ دولت کی موسلا دھار بارش شروع کر رکھّی ہے‘ بہتر یہی ہے کہ مہر غلام دستگیر صاحب اب اپنا یہ نام بدل کر کوئی اور رکھ لیں‘ یعنی اپنی غلامی کی نسبت حضرت پیر دستگیرؒ کے بجائے کسی اور شخصیّت سے جوڑ لیں کیوں کہ پیر دستگیرؒ کی اِس قدر گستاخیاں کرنے والے کو آج تک وہ اپنے سینۂ بے ضمیر سے لگائے بیٹھے ہیں‘ حالانکہ دوسرے باادب و باوقار اکابر علماء ومشائخ کی طرح میرے عظیم آباء واجداد بھی اپنی تمام تر علمی‘ تصنیفی‘ تبلیغی اور غیر معمولی دینی وملّی خدمات اور اپنی خداداد صفات وکمالات کے باوجود‘ حضرت پیرانِ پیرؒ جیسی ہمہ جہت اور مسلّمہ آفاقی شخصیّت کے تصوّرِ ہمسری کو کفرِ طریقت سمجھنے

کے ساتھ ساتھ آپ کے مواعظ' تصانیف' روحانی مرتبے اور آپ کی لازوال دینی وملّی خدمات کو اپنی پیش کردہ تمام خدماتِ علمیہ سے کہیں بلند قرار دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر کہیں پیرانِ پیرؒ کی ذات وصفات اور آپ کے علمی مقام سے تقابل کا امکان بھی پیدا ہوتا نظر آتا تو خود کو............ع

چہ نسبت خاک را باعالمِ پاک

کے مصرع میں موجود مفہوم کا مصداق قرار دیتے ہوئے' اپنی ذات کو خاک سے اور پیرانِ پیرؒ کی شخصیّت کو عالمِ پاک سے تشبیہ دیکر برملا اعترافِ عجز کرلیا کرتے تھے۔ اکابر سلف کے مذکورہ عمل کو محض عقیدتمندی پر محمول نہیں کیا جاسکتا' کیوں کہ اربابِ مقام ہی اپنے سے بلند تر کسی اہلِ مقام کا تعیّنِ مقام کرنے کے مجاز ہوتے ہیں اور پھر مشاہدات کے ایسے نقطۂ کمال پر فائز حضرات یقیناً صدیقُ اللّسان ہوا کرتے ہیں' لہٰذا اُن کے ایسے تاریخی اعترافات کو بیانِ حقیقت سے تعبیر کرنا چاہیئے' نہ کہ ایک عام انسان کی محض اندھی عقیدت۔ اِسی بنا پر میرے آبائے کرام نسبی قرابت کے باوجود اپنے آپ کو ہمیشہ حضرت پیرانِ پیرؒ کا کمتریں غلام اور بندۂ بے دام سمجھتے اور اپنی عزّت وتعارف کو آپؒ کی ذاتِ والا صفات سے انتساب کا مرہونِ منّت گردانتے رہے۔ یہ ایسے ناقابلِ تردید حقائق ہیں' جن پر حضرت گولڑویؒ کی تصانیف' مکتوبات وملفوظات کے علاوہ آپ کے سوانح حیات پر مشتمل کتاب مہرِ منیر بھی شاہد ناطق ہے۔

لہٰذا حضرت پیرانِ پیرؒ کی غلامی کا دم بھرنے والے جملہ خوش نصیب گیلانی سادات

کے لیے بالخصوص اور علماء ومشائخِ طریقت اور تمام وابستگانِ سلسلۂ غوثیہ کے لئے بالعموم ضروری ہے کہ وہ خدارا حضرت پیرانِ پیرؒ کی ذاتِ عالیہ اور آپ کے اسمِ مبارک سے اظہارِ احترام کو ریاکاری' ظاہرداری اور محض مطلب برآری کی خاطر استعمال میں نہ لائیں بلکہ اِس سرمایۂ احترام وعقیدت کو اپنے قُلوب کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی اُتاریں کیوں کہ ایسے اُمور کا تعلّق اگرچہ ظاہر سے بھی ہے' مگر صرف ظاہر ہی سے نہیں' بلکہ باطن سے بھی ہونا چاہیئے۔ بقولِ کسے۔

ہمیں پسند نہیں رکھ رکھاؤ ظاہر کا
مزا تو جب ہے کہ ہو احترام اندر سے

اور اِس اندر سے احترام کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ حضرت پیرانِ پیرؒ کے گستاخوں پر نہ صرف کڑی نظر رکھی جائے' بلکہ اُن سے ہمہ قسمی رسم وراہ کا سلسلہ بھی منقطع کردیا جائے' ورنہ بارگاہِ غوثیہ سے نسبتِ غلامی کے تمام بلند بانگ دعوے یکسر باطل قرار پائیں گے۔ مہر غلام دستگیر صاحب کو چوں کہ حضرت بابوجیؒ کی صحبتِ فیض اثر میں طویل عرصہ بیٹھنے کا شرف بھی حاصل رہ چکا ہے' وہ یقیناً میری اِن تمام محوّلہ بالا گزارشات کی ضرور تصدیق کریں گے' اِس کے باوجود بھی اگر اُن کی اِس خصوصی عنایت ونوازش کا سبب صرف یہی ہے کہ آج اُن کے سایۂ عاطفت میں پلنے والے یہ مولوی صاحب قبلہ کسی کی شہ پاکر میرے خلاف بولتے ہیں اور اُن کے اِس بولنے پر وہ لوگ خوش ہوتے ہیں' جو مہر صاحب کے روحانی سرپرست ہیں۔ کسی کی شہ پر بولنے اور اِترانے والوں کے لئے

مجھے اپنی ایک رُباعی اچانک یاد آ گئی' جو نذرِ قارئین کر رہا ہوں۔

یہ عارضی جست پُر خطر ہوتی ہے
انجاماً جان کا ضرر ہوتی ہے
اِتنا بھی ہوا کی شہ پہ اُونچا نہ اُڑو!
تِنکوں کی جگہ زمین پر ہوتی ہے

اگر معاملہ صرف میری مخالفت تک ہی محدود رہتا تو بخدا نہ مجھے کسی سے اِس کا شکوہ ہوتا اور نہ اپنی مخالفت کا کچھ خوف۔ کیوں کہ بحمد اللہ میں اِس میدان میں بڑی دیر کا اُترا ہوا ہوں' میرے لئے ایسی ہنگامہ آرائیاں اب پَر کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں' بفضلہٖ تعالیٰ اپنے جدِّ اعلیٰ حضرت پیرانِ پیرؒ کے ارشاد مُریدی لا تَخَف میں موجود مستتر ضمیرِ خطاب کی اوٹ میں پناہ بھی لیے بیٹھا ہوں' لٰہذا میرے تمام مخالفین مجھ سے یہ اُمّید بھول کر بھی نہ رکھیں کہ میں اُن کی اِس عالم گیر مگر اوچھی مخالفت سے خوف زدہ ہو کر ہتھیار ڈال دوں گا' اِن شاء اللہ ایسا کبھی نہ ہوگا۔ بقولِ احمد فرازؔ یہ اور بات ہے کہ۔

تُو وہیں ہار گیا تھا مِرے بُزدل دُشمن!
مجھ سے تنہا کے مقابل ترا لشکر نکلا

البتّہ مجھے اِس بات کا شدید دکھ ہے اور اِس پر جس قدر بھی ماتم کیا جائے' کم ہے کہ صرف ایک مجھ ناچیز کی مخالفت پر حضرت پیرانِ پیرؒ کی عرش دستگاہ عزّت و ناموس کو آخر کس رو میں بہہ کر قربان کر دیا گیا اور محض مجھ سے اظہارِ رنجش و نفرت میں

حضرت غوثِ پاکؒ کی اِس قدر کھُلی اور صریح گستاخی پر یوں چُپ کیوں سادھ لی گئی۔

صرف میرے آشیاں کے چار تنکوں کے لئے
برق کی زد پر گلستاں کا گلستاں رکھ دیا

اِس کے بالکل برعکس خواجہ محمد مسعود ملتانی صاحب جو اگرچہ ایک رئیس' دنیا دار اور صنعت کار شخص ہیں' ملتان' رحیم یار خان' مظفر گڑھ اور آس پاس کے علاقوں میں اُن کی کئی مِلّیں اور فیکٹریاں چل رہی ہیں' کا مزاج حضرت بابو جی علیہ الرّحمہ کے فیضِ صحبت کے طفیل عالمانہ اور درویشانہ ہے۔ دینی مسائل پر بالعموم اور پیرانِ پیرؒ کے مقام و مرتبہ پر بالخصوص جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو اچھے بھلے مولویوں کو خاموش کرا دیتے ہیں۔ اور اُن میں حضرت پیرانِ پیرؒ کی نسبت نیازمندی کی غیرت کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ چنانچہ خدانخواستہ مہر غلام دستگیر صاحب کے بجائے اگر ایسا کوئی گستاخ مولوی' خواجہ مسعود ملتانی کے قُرب و جوار یا سایۂ عاطفت میں ہوتا تو اُس کا حشر آج ایک زمانہ دیکھتا۔ مہر صاحب کو چاہئیے کہ وہ بھی حضرت بابو جی علیہ الرّحمہ کے فیضِ صحبت کا عملی ثبوت دیں ورنہ چشمِ زمانہ خود دیکھ لیتی ہے کہ مُرید کون ہے اور مَرید کون ہے۔

کیا قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں پیش نہیں ہونا؟ حضرت پیرانِ پیرؒ کو مُنہ نہیں دکھانا؟ اور پھر آستانۂ عالیہ مہریہ گولڑہ شریف کے وہ پیرانِ عظام جو ہر سانس کے ساتھ غوثِ پاکؒ کا نام لیتے نہیں تھکتے' محافل میں خطباء وقوّال حضرات سے آپؒ کے مناقب سُننا معراجِ ایمان سمجھتے ہیں' اپنے آپ کو لنگرِ غوثیہ کا خادم اور چوکیدار کہلاتے ہیں۔ وہ میرے خلاف تو اِس لئے سراپا احتجاج بن جاتے ہیں کہ میں نے پیرانِ پیرؒ کے

ارشاداتِ عالیہ کی کتاب وسنّت کی روشنی میں وضاحت کیوں کردی؟

لیکن غوثِ پاک کے اِن کُھلے گستاخوں کے خلاف نہ خود زبان کھولتے ہیں اور نہ اُنہیں پناہ دینے والوں کو اپنے دسترخوانِ غوثیہ سے اُٹھاتے ہیں' بلکہ اُنہیں مقرّب سے مقرّب تر بنائے ہوئے ہیں۔ یہ ایک نا قابلِ فہم اور عجیب بات ہے کہ ایسے لوگ حضرت پیرانِ پیرؒ کے گستاخوں کو پناہ بھی دیں اور پھر گیلانی سادات کے مقرّب ترین اصحابِ خلوت میں سرِفہرست بھی رہیں۔ بقولِ اُستاد مصحفیؔ لکھنویؒ ؎

مَیں عجب یہ رسم دیکھی کہ بروزِ عید قرباں
وہی ذبح بھی کرے ہے' وہی لے ثواب اُلٹا

کیا یہ دوہرا طرزِ عمل اُنہیں غوثِ پاکؒ کی اولاد کہلوانے سے مانع نہیں ہوتا اور مہرِ علیؒ وغوثِ جلیؒ کے گستاخوں پر سرزمینِ گولڑہ تنگ نہ کرنے کا سبب کہیں دُنیوی اور مادّی مفادات تو نہیں؟ اگر بات ایسی ہی ہے تو پھر افسوس سے کہنا پڑے گا کہ.......... ع

ایماں فروختند و چہ ارزاں فروختند

علاوہ ازیں مَیں ایسے اُمراء ورؤساء پر یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ اگر وہ محض مال ودولت اور اپنی اِس جُھوٹی دنیوی شان وشوکت کے بل بُوتے پر فخر وناز کرتے ہوئے خود کو بڑا اَن داتا خیال فرماتے ہیں تو یہ اُن کی محض غلط فہمی ہے' کیوں کہ تاجدارِ ولایت اور شہنشاہِ بغداد حضرت پیرانِ پیرؒ کے کوچۂ استغناء کے ہم خاک نشیں فقیر بھی اُن کو خاطر میں

لانا اپنی اور اپنے پیرِ دستگیرؒ کی توہین سمجھتے ہیں' لہٰذا بقولِ راقمؔ ؎

نہ پوچھو کچھ کہ کیا کچھ دے دیا ہے دینے والے نے
بڑا ہو لاکھ کوئی' ہم کسی کو کیا سمجھتے ہیں

اِختتامیہ

آخر میں مُجھے پھر نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ آج جن نام نہاد عاشقانِ اولیاء اور جن خود ساختہ محافظینِ ناموسِ صوفیاء نے جس بُری طرح سے سرتاجِ اولیاء حضرت پیرانِ پیرؒ کو اپنی ناپاک تنقید کا نشانہ بنایا اور اُن کے خداداد مرتبۂ ولایت وغوثیتِ عُظمٰی کی نفی کرتے ہوئے' اُن پر مجنون کا لفظ استعمال کیا اور یہ گُل فشانی کی کہ اُن کی عُمر کا بیشتر حصّہ اِدلال میں گزرا' یعنی وہ اھویۂ نفسانیہ کے ہاتھوں مجبور ومغلوب ہوکر ساری عُمر محض اپنی تعریفیں کرتے رہے اور اپنی شان میں قصیدوں پر قصیدے لکھتے رہے' نیز یہ کہ آپ صاحب حال تھے' صاحب مقام نہ تھے' یہ کہ اُنہوں نے وفات سے کچھ عرصہ قبل اپنے دعووں سے رجوع کرلیا تھا' یہ کہ وہ مبتلائے مرضِ کبر تھے' یہ کہ کثرتِ کرامات کا ظہور اُن کی جلالتِ شان کی دلیل نہیں' اور پھر اُس کتاب پر تقریظ نگار نے اپنی نام نہاد شیخ الحدیثی اور علمی کبر کے زعم میں گستاخانہ حاشیے چڑھاتے ہوئے اُنہیں معاذ اللہ ایک فاسق دوزخی سے تشبیہ دے ڈالی۔ کیا یہ سب کچھ پڑھ کر کسی نام نہاد بریلوی' قادری اور رضوی کی غیرتِ خفتہ بیدار نہ ہوئی' جو پیرانِ پیرؒ کی مدح وثناء میں برسرِ منبر زمین وآسمان کے قلابے ملانے اور گیارھویں کے نذرانے بٹورنے کے

ساتھ ساتھ حضرت پیرانِ پیرؒ کے سادہ لوح غلاموں کو آپؒ کے نام پر آج تک مُسلسل لُوٹے جا رہے ہیں۔ کیا پورے پاکستان میں حضرت پیرانِ پیرؒ کی فرزندی پر فخر کرنے اور اپنا تعارف اُن کے نام سے کرانے والے گیلانی سادات میں سے بھی کسی کی رگِ حمیت نہیں پھڑکی؟ جو اپنے اِس عظیم باپ کے نام پر آج کروڑ پتی بنے پھرتے ہیں' اُن کی غیر معمولی تعظیم کی جاتی ہے' اُن کے ہاتھ پاؤں چُومے جاتے ہیں اور اُنکی جیبیں نذرانوں سے گرم کی جاتی ہیں' کیا اِن سب نام نہاد عشاق میں کوئی ایسا سَر پھرا نہیں' جو پیرِ دستگیرؒ کا نام لیکر میدانِ مقابلہ میں اُترے؟ مگر افسوس ہے کہ اے میرے پیرِ دستگیرؒ! آج یہ تیری اولاد اور تیرے یہ بریلوی نام نہاد غلام سب کے سب اپنے سُود و زیاں کی فکر میں ہیں تیرے نام کو صرف دُنیا اور دولت کمانے کی خاطر استعمال کرتے ہیں' پراپرٹی' بینک بیلنس' پلازہ سازی اور جمعِ مال کے مرض نے ہم سب کو ایسا اندھا بنا دیا ہے کہ ہمیں تیری عزّت و ناموس کا خیال تک نہ رہا۔ تیرا یہ غلامِ کمترین' نصیر الدّین بھی حرص و ہوسِ دُنیا کی اِسی فضا میں سانس لینے والا ایک انسان ہے اور وہ اپنے آپ کو اِن آلودگیوں سے ہر گز مبرّا نہیں سمجھتا' وہ نہایت خطا کار اور آلودۂ حرصِ دُنیا ہے' مگر اے عبدالقادر! تیرے رب کی قسم کہ اِن تمام کوتاہیوں' خطا کاریوں اور آلودگیوں کے باوجود یہ ایسا بے غیرت بھی نہیں کہ تیرے خون سے منسوب ہو کر' تیرے نام کا صدقہ کھا کر' تیرے توسّل سے ملنے والے ٹکڑوں پر پل کر' تیری توہین اور گستاخیاں کرنے والوں کی زبانیں گدّی سے نہ کھینچ لے! اے عبدالقادرؒ! تجھے تیرے رب نے بہت بڑا علم دیا ہے' میں تیرے آفتابِ علم کے سامنے ایک ذرّۂ بے مقدار ہوں' میرا تمام تر ذخیرۂ معلومات تیرے علم کے بحرِ بیکراں کے سامنے ایک قطرہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا' مجھے علم کا کوئی دعوٰی نہیں' میں تیرے علم کے

سامنے اقرارِ جہل کرتا ہوں۔ میں نے آج تیرے بد باطن دُشمنوں کے جواب میں جس قدر بھی علم و فہم کی باتیں اِس کتاب میں لکھی ہیں' اُنہیں قبول فرما اور مُجھے اپنے اللہ سے یہ توفیق لے کر دے کہ میں تیرے دُشمنوں کو تا حیات دنداں شکن جواب دیتا رہوں اور تیرا نام لے کر اُن کے تابوتِ کبر میں تحقیر و تذلیل کی میخیں ٹھونکتا رہوں۔

اے میرے اور عبدالقادر جیلانیؒ کے خالق و مالک! اے گہوارۂ حیات کے سلسلہ جُنباں! اے مسند آرائے بزمِ بذل و احساں! اے مُصَرِّفِ اُمورِ عالمِ امکاں! اے مُنتہائے ذوقِ نظّارگیِ چشمِ حیراں! اے ہر بے سروساماں کے سروساماں! اے آسمانوں سے خاک پر اُترتے ستارہ کو افشائے راز کا قرینہ سکھانے والے! اے زمین کو ایک گردشِ نا مُختتم میں رکھنے اور سورج کو روشنی کا تسلسل دے کر خلاء کے گھور اندھیرے کے خوف کو ایک سرمدی طمانیت میں تبدیل کر دینے والے! اے پیاسی زمین کے مُنہ میں گھنگور گھٹاؤں کا آبِ زُلال ٹپکانے والے! اے بے برگ و ثمر اشجار کو دولتِ ثمر دے کر دستِ صبا سے ہلا ہلا کر اپنی حمد و ثنا کرانے والے! اے حجابِ سنگ میں چراغِ شرر کو روشن کرنے اور خوشبو کو پھول کی سفارت بخشنے والے! اے مٹّی کی بے جان مورتوں کو اپنی گرمیِ امر سے زندہ و تابندہ بنانے والے! اے زیردستوں کو زبردستوں سے ٹکرانے کا حوصلہ عطا کرنے والے! اے انسانی حاجات کا کشکولِ التجا بھرنے والے! اے انفس و آفاق کے مطالعاتی صلے میں آفتابِ حقیقت بن کر انسان کے اُفُقِ ذہن سے طُلوع ہونے والے! اے گناہوں پر کامل اطّلاع کے باوجود ستاری کا معاملہ فرمانے والے! اے اپنی بارگاہ کے منگتوں کو غیر سے بے نیاز رکھنے والے! اے اپنی جناب میں اُٹھنے والے گنہگار ہاتھوں

کوخالی نہ لوٹانے والے! اے مظلوموں اور مجبوروں کی دم توڑتی حسرتوں کو اقتدار واختیار کی تازہ اُمنگوں اور خوشیوں سے ہمکنار کرنے والے! اے اپنے مقبول بندوں کے توسُّل سے، صحرائے معاصی میں بھٹکنے والے خطا کاروں کو اپنے دامنِ عفو ودرگزر میں چھپا لینے والے! اے اپنی ذات پر بھروسہ اور توکّل کرنے والوں کو اعداء کی شرانگیزیوں، حیلہ سازیوں، دسیسہ کاریوں اور مکّاریوں سے ماٗمون ومحفوظ رکھنے والے! مجھ بے بضاعت کی اِس حقیر علمی کوشش کو مدینۃ العلوم بغداد کے شہنشاہِ علم کی بارگاہِ فیض دستگاہ میں شرفِ پذیرائی عطا فرما! ....ع

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

آمین یا ربّ العٰلمین بجاہِ

سیّدالمرسلینؐ وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆☆
☆☆☆
☆

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

اشرف الاولیاء حضرت پیرانِ پیرؒ کے بدباطن وحاسد و بے بصر دُشمن کیلئے حضرت مولنا احمد رضا خان فاضل بریلویؒ کی آفاقی بددُعا بہ صورتِ رُباعی ۔

خواہی ! کاہی ؟ عُلُوِّ عبدالقادرؒ
نامی ، سامی ، سُمُوِّ عبدالقادرؒ
ہُشدار ! کہ باخُدائے خود می جنگی
مُــتْ غَیــظًــا اے عَدُوِّ عبدالقادرؒ

تشریحِ منظوم ، قریبُ المفہوم از نصیرِ مغموم

اے اَبلَہِ جامہ چاک! مَرجا مَرجا
اُڑتی رہے تیری خاک! مَرجا مَرجا
اللہ سے جنگ مول لینے والے!
اے دُشمنِ غوثِ پاکؒ! مَرجا مَرجا

www.faiz-e-nisbat.weebly.com

رسالہ ''طلوعِ مہر'' جولائی 2001ء کا جو شمارہ مولوی اشرف سیالوی صاحب کے اضطرابِ ذہنی و اختلاجِ قلبی کا سبب بنا' جس میں مضمون ''حضرت پیرانِ پیرؒ کی شخصیّت' سیرت اور تعلیمات'' شائع ہوا اور اُس میں ہم نے حضرت پیرانِ پیرؒ کے مجموعۂ خطبات فتوح الغیب کا ایک اقتباس یہ بھی درج کیا تھا فاذا وصلت الی الحق عزّ وجلّ............واجعلِ الخلیقة أجمعَ کرجلٍ کتفهٗ سلطانٌ الخ

اِس پر سیالوی صاحب نے متعدّد اعتراض وارد کئے' جن میں ایک یہ بھی تھا کہ واجعل الخلیقة الخ کو فاذا وصلت کی جوابِ شرط کے طور پر لایا گیا ہے' جب کہ اِس میں واؤ نہیں ہے' اِجعل الخلیقة ہے۔ اگر واجعل الخلیقة ہوتا تو پھر بھی بات بن جاتی۔ تو گویا واؤ کا ہونا یا نہ ہونا مدارِ اختلاف ٹھہرا۔ لیجئے ہم نے یہاں فتوح الغیب کے اُس نُسخہ کے اُسی صفحہ کا عکس بھی شاملِ کتاب کر دیا ہے جو بوقتِ تحریرِ مضمونِ مذکورہ ہمارے زیرِ مطالعہ تھا۔ لہٰذا قارئین اِس کے مطالعہ کے بعد خود تسلّی کر سکتے ہیں کہ واؤ موجود ہے یا نہیں۔

فتوح الغیب کے نسخۂ مذکورہ کے صفحہ نمبر 40 کا عکس ملاحظہ فرمائیں' جس کے ٹائیٹل پر درجِ ذیل عبارت تحریر ہے (طبع بمطبعة شركة التمدّن الصناعيّة بمصر سنِ طباعت 1330ھجری)' جبکہ کتاب کے آخری صفحہ پر یہ عبارت درج ہے۔

وكان تمام الطبع فى صفر الخير سنة ١٣٣٠
من هجرة النبى صلى الله عليه
وعلى آله وصحبه وسلم
آمين آمين
آمين

مريده الذي قد ذا سيره الى عتبة باب حالة شيخه فاذا بلغ المريد حالة شيخه أفرد عن الشيخ وقطع عنه فيتولاه الحق عز وجل فيفطمه عن الخلق جملة فيكون الشيخ كالظئر والداية لا رضاع بعد الحولين ولا خلق بعد زوال الهوى والارادة الشيخ يحتاج اليه ما دام ثم هوى وارادة لكسرهما واما بعد زوالهما فلا لانه لا كدورة ولا نقصان فاذا وصلت الى الحق عز وجل على ما بيناه فكن آمنا أبدا من سواه عز وجل فلا ترى لغيره وجودا البتة لا فى الضر ولا فى النفع ولا فى العطاء ولا فى المنع ولا فى الخوف ولا فى الرجاء هو عز وجل أهل التقوى وأهل المغفرة فكن أبدا ناظرا الى فعله مترقبا لأمره مشتغلا بطاعته مباينا عن جميع خلقه دنيا وأخرى لا تعلق قلبك بشئ منهم واجعل الخليقة أجمع كرجل كتفه سلطان عظيم ملكه شديد أمره مهولة صولته وسطوته ثم جعل الغل فى رقبته مع رجليه ثم صلبه على شجرة الاذرة على شاطئ نهر عظيم موجه فسيح عرضه عميق غوره شديد جريه ثم جلس السلطان على كرسيه عظيم قدره عال سماؤه بعيد مرامه وبوصوله وترك

واؤ ملاحظہ فرمائیں

المحبوب وسار سلطانها الى الرأس فشغل العين بالرمق وملأ اللب بالسكر وقرن الروح بالصبابة ثم عاد الى القلب فأودعه القلق وأتى على الفكر فأسكنه الحيرة فاشتد الشوق الى رؤية المحبوب وابتهجت النفس بكمال تحاسن المطلوب وأثبت ذلك الابتهاج فى مواد قوى الاجزاء البدنية وأخذ كل عضو من ذلك بقسطه على مقدار قوته فصارت الحواس كلها مأسورة للجمال فخرس اللسان عن مناجاة غيره وصمت الآذان عن سماع كلام سواه وعمي النظر عن ملاحظة ما دونه وبهتت العين اليه وأوى القلب القلق الاعلية وخانه الجلد وأعوزه الصبر وملكه الوجد واتيه السكر وعلاه الهيام وأسره الغرام وخفقت المحبة أشعتها نور عين لبه وصار اقباله محبوبه قبلة قلبه ونسيم روح مطلوبه حياة روحه ووجه جلال مقصوده روضة عين لبه وريحانة ريحان وصل مراده ورد مشم سره وقر به غاية طلبه ونظره نهاية أربه وحادثته أعظم سؤله وتحاضره أعلى مأموله فاشجار العقول على أنهار القلوب باصائل أوقات الوصال تتواجد بين أستار الجمال عند بث شجون المحبة وأغصان الغرام تتمايل نسائم الوجد كلما هبت من رياض القدس على حدائق قلب المشتاق وصبابات الارواح فى ميادين الاشباح ترقص طربا بالتشاق ريح من تهواه كلما غناها نسيم سحر الشوق وناغاها بلبل بلبال السكر بلذات الحان نغمات المناجاة وكاسات المصافاة فى ظلال كهوف القرب وأطيار الانس قد ركبت منابر الخطاب على أوتاد المشاهدة فى مقاصير الاسرار عماد حات مطربات قد هيجت أشواق المحبين وبعثت دفائن الحنين بنفخ اسرافيل البوق فى صور الانين الى ميدان الصمدية ولسان الابدية فى مقعد صدق عند مليك مقتدر ياغلام منازل الزلفة لا ينزل بها المتشبثون بالاغيار ومقار القربة لا تسكنها المستأنسون بالآثار أنت أخو العزم التحفت برداء القناعة ومحبوب القدم ما التزمت مفروض الطاعة يا طفل مهد عهد واذ أخذ ربك وغذ البان وأشهدهم ورضيع ثدي بحبهم أين شواهد حقيقة وبحبونه صفتك هواضع ظرات عين الازل من فؤادك ومواقع منازلات لحظ الجلال من مرادك نرصد فى أوقات الخلوات هبوب نسيم ان لربكم فى أيام دهركم نفحات (اخبرنا أبو عبد الله محمد بن كامل الشيباني) قال سمعت الشيخ العارف أبا محمد شاور السبتي الحلي يقول دخلت بغداد لزيارة شيخنا الشيخ محيي الدين عبد القادر الجيلي رضي الله عنه وأقمت عنده مدة فلما عزمت على الرجوع الى مصر على قدم التجريد من الخلق ومن المعلوم استأذنته فأوصاني ان لا أسأل أحدا شيئا ووضع أصبعيه فى فى وأمرني ان أمتصهما ففعلت وقال لي انصرف راشدا مهديا فعبرت من بغداد الى مصر وأنا لا آكل ولا أشرب وقوتي فى زيادة (وقال رضي الله عنه) فى العقل والشرع والنبوة العقل نور تألق بارقه من أفق العناية من وراء حدود غايات الفكر ورقى بشعاعه صعدا مرآة الهداية فيستجلي صاحبه فى ظلم الامور وغياهب الاكوان بوميض لألائه واشراق ضيائه حقائق ... طلبه جناح النجاح ويسفر لوجده بوجهه صباح الفلاح والعقل طائر غيبي لا يصاد الا بشباك عناية القسم ووارد الهي لا يرد الا من جناب مفيض نعم جوهري الصفات نوراني الذات ملكي السموات وهو روح قدس روحك وجبريل قلبك يهبط بالوحي من سماء أعاليك على رسل سرك وينزل بتحف الغيوب عليك من ربك فيلطف كثيف صفاتك ويجوهر صدف عملك وهو ميزان العدل ولسان الفضل وشرع الكرم ومعدن الحكم ومقر النعم وعمود الفكر ودليل الفهم وترجمان السر والشرع حكم بت القضاء يشاهده حاكم الربالة قاهر سلطان عزه فى دولة بقاء كمالها وانقادت ملوك الحكم طائعة لهيبة جلاله ودانت ممالك الاحكام خاشعة لتعظيم اجلاله وحامت أطيار البلاغة حول حماه ورضعت أطفال العلوم بلبان هديه وهداه ونحق سيف سطوته ...ن خالفه وناواه واعتصمت بحبل حمايته وثيقات عرى الاسلام وعليه مدار أمر الدارين وبأسبابه أنيطت منازل الكونين والنبوة نور من أنوار العزة مختومة بطابع روح القدس فوقها فدالة بالقدرة ومعناها متسع بالبهجة وظاهرها مؤيد بأفعالها الخارقة للعادة المستمرة وباطنها مقرون بالوحي ومحى غيب روح القدس ومعنى سر الازل ونتيجة سابق القدم ومشاهدة مناط معنى القدر ومحط مدرك سر

الامر

مسند آرائے بزمِ عطا

کس سے مانگیں؟ کہاں جائیں؟ کس سے کہیں اور دنیا میں حاجت روا کون ہے
سب کا داتا ہے تُو، سب کو دیتا ہے تُو، تیرے بندوں کا تیرے سِوا کون ہے
کون مقبول ہے؟ کون مَردُود ہے؟ بے خبر! کیا خبر تجھ کو، کیا کون ہے
جب تُلیں گے عمل سب کے میزان پر، تب کُھلے گا کہ کھوٹا کھرا کون ہے
کون سُنتا ہے فریاد مظلُوم کی، کس کے ہاتھوں میں کُنجی ہے مقسُوم کی
رزق پر کس کے پلتے ہیں شاہ و گدا، مسند آرائے بزمِ عطا کون ہے
اولیا تیرے محتاج اے ربِّ کُل! تیرے بندے ہیں سب انبیاء و رُسُل
اِن کی عزّت کا باعث ہے نسبت تری، اِن کی پہچان تیرے سِوا کون ہے
میرا مالک مری سُن رہا ہے فُغاں، جانتا ہے وہ خاموشیوں کی زُباں
اب مری راہ میں کوئی حائل نہ ہو، نامہ بر کیا بَلا ہے، صبا کون ہے
ابتدا بھی وہی، انتہا بھی وہی، ناخدا بھی وہی، ہے خدا بھی وہی
جو ہے سارے جہانوں میں جلوہ نُما، اُس اَحد کے سِوا دُوسرا کون ہے
وہ حقائق ہوں اَشیا کے یا خُشک و تَر، فہم و ادراک کی زد میں ہیں سب، مگر
ما سِوا ایک اُس ذاتِ بے رنگ کے، فہم و ادراک سے ماوَرٰی کون ہے
انبیا، اولیا، اہلِ بیتِؓ نبیؐ، تابعینؒ و صحابہؓ پہ جب آ بنی
گِر کے سجدے میں سب نے یہی عرض کی، تُو نہیں ہے تو مشکل کُشا کون ہے
اہلِ فکر و نظر جانتے ہیں تجھے، کچھ نہ ہونے پہ بھی مانتے ہیں تجھے
اے نصیرؔ! اِس کو تُو فضلِ باری سمجھ، ورنہ تیری طرف دیکھتا کون ہے

ثناءگزار: سیّد نصیر الدّین نصیرؔ گولڑوی

قارئین کرام کے لئے مژدۂ جاں فزا

فاضلِ شہیر ملک التحریر

علامہ پیر سیّد نصیر الدین نصیرؔ گولڑوی

کے

قلمِ حقیقت رقم سے نمود پانے والی ایک اور علمی و تحقیقی کتابِ مستطاب

مسمّٰی بہ

امام ابو حنیفہؒ اور اُن کا طرزِ استدلال

عنقریب

منظر عام پر آرہی ہے

ناشر ادارہ

طلوعِ مہر

گولڑہ شریف E-11 اسلام آباد

www.faiz-e-nisbat.weebly.com